گیارہویں قسط

''ہو سکتا ہے ارتضیٰ، آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو۔۔۔؟''

شہزاد کا دل اگرچہ بے شمار اندیشوں کی آماہ جگا بن گیا تھا لیکن اس نے بڑی سرعت سے خود کو سنبھالا۔ ارتضیٰ حیدر جو شہزاد کے لان میں اسکے عین سامنے چائے کا مگ ہاتھ میں پکڑے اس کو بڑی گہری نگاہوں سے دیکھنے میں مگن تھا۔ وہ اندازہ کر سکتا تھا کہ اس وقت اسکے اندر کس قسم کے جوار بھاٹے اٹھ رہے ہونگے۔۔

''غلط فہمی۔۔۔؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔'' اس نے پر اعتماد نظروں سے شہزاد کی آنکھوں میں جھانکا۔

''لیکن آپ کیسے، اتنے حتمی انداز میں کہہ سکتے ہیں۔۔۔؟'' وہ ہلکا سا گڑبڑا کر گویا ہوئی۔

''اس لیے کہ رومیصہ سہگل، مجھے گولی کروانے کے چکروں میں ہے۔'' اس نے ہاتھ میں پکڑا مگ اپنے دونوں ہاتھوں میں گھمایا۔

''لیکن انہیں شاید اندازہ نہیں تھا کہ میں انکی ساری گفتگو ریکارڈ کر چکا ہوں، جسے کوئی بھی سینس ایبل بندہ ایک دفعہ بھی سنے گا تو اسے اندازہ ہو جائے گا کہ وہ اپنے بیانات کیسے منٹ منٹ بعد تبدیل کر رہی ہے۔۔'' ارتضیٰ نے اس دفعہ قدرے تفصیل سے بتایا۔

''ہو سکتا ہے وہ آپکے سامنے کنفیوژ ہو رہی ہو۔۔۔۔'' شہزاد بھی بیرسٹر تھی، اسے مطمعن کرنا کون سا آسان تھا۔۔

''ہاں وہ اس بات پر ضرور کنفیوژ تھیں کہ انہیں کون سی بات بتانی چاہیے اور کون سی نہیں۔۔۔'' وہ مسکرایا۔

''مطلب۔۔۔۔'' شہزاد نے الجھ کر اسکا چہرہ دیکھا۔۔۔۔

''مطلب یہ کہ وہ اس سارے معاملے میں کوئی بڑی بات ہم سے چھپا رہی ہے اور یہ چیز خدانخواستہ کل کو اسکے خلاف بھی جا سکتی ہے۔ کم از کم آپ تو سمجھ سکتی ہیں یہ بات۔۔۔'' ارتضیٰ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''ہاں یہ بات تو واقعی پریشانی والی ہے۔۔۔۔'' شہزاد نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

''لیکن ایک بات لکھ لیں آپ، اصل بات بہت جلد نکل کر سامنے آ جائے گی، لیکن ہمیں تھوڑا صبر سے کام لینا پڑے گا کیونکہ اس موقعے پر اگر ہم نے کوئی سختی کی تو رومیصہ بہت زیادہ محتاط ہو جائے گی۔۔۔''

''ٹھیک کہتے ہیں آپ۔۔۔''شہر زاد کو نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے متفق ہونا پڑا۔

'' چلنا چاہیے اب مجھے، ایک آفیشل ڈنر پر جانا ہے۔''وہ چائے کا خالی مگ میز پر رکھ کر کھڑا ہوا تو شہر زاد بھی پھیکے سے انداز میں مسکرا دی، اسکی نظریں بظاہر ارتضی حیدر پر تھیں لیکن ذہن رومیصہ والی گتھی سلجھانے میں مگن تھا۔۔

''شیری۔۔۔!!!''وہ پورچ میں کھڑی اپنی جیپ کی طرف بڑھتے ہوئے پلٹا تو وہ ٹھٹک کر رک گئی۔

ارتضی نے بہت گہری نظروں سے اسکے چہرے پر پھیلی تشویش کو پڑھا، وہ جان چکا تھا کہ رومی کی بات نے اسے پریشان کر دیا ہے۔

''کیوں اپ سیٹ ہو رہی ہیں آپ۔۔؟؟؟''وہ دونوں بازو اپنے سینے پر باندھ کر اسکے سامنے کھڑا ہو گیا، گھنی مونچھوں کے نیچے اسکے لبوں پر وہی ازلی مسکراہٹ تھی جو بہت کم اس کے ہونٹوں سے جدا ہوتی تھی۔

''پریشانی والی بات تو ہے ناں ارتضی۔۔۔۔''!!!

''میں ہوں ناں آپ کے ساتھ۔۔''اس کے لہجے میں کچھ خاص تھا، شہر زاد نے بے ساختہ نظریں چرائیں۔وہ ارتضی کے کسی جذبے کی پذیرائی کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔۔

''میں کسی چھوٹی موٹی بات پر پریشان نہیں ہوتی۔۔۔''

اس نے سر اٹھا کر اب ڈاریکٹ ارتضی آنکھوں میں اعتماد سے جھانکا اور مذید گویا ہوئی۔''مجھے صرف یہ ڈر ہے کہ رومی پھر انجانے میں یا اپنی سادگی میں خود کو کسی بڑی مصیبت میں نہ پھنسا لے۔۔ ''

''بے فکر رہیں، ایسا نہیں ہو گا۔۔۔''ارتضی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ شہر زاد کی پریشانی کو اپنی انگلیوں کی نرم پوروں سے چن لے۔

''انشاء اللہ۔۔۔۔''شہر زاد نے مسکرا کر اسکی طرف دیکھا، وہ اپنی جیپ میں بیٹھ چکا تھا اور اب متبسم نگاہوں سے شہر زاد کی طرف دیکھ رہا تھا، ایسا لگتا تھا جیسے اسکی آنکھوں میں جگنوؤں کی ایک برات آ کر ٹھہر گئی ہو۔۔۔

''میرا خیال ہے اب آپ کو جانا چاہیے۔۔۔''شہر زاد کے جتاتے ہوئے انداز پر وہ تھوڑی سی خفت کا شکار ہوا، اور جلدی سے اپنی جیپ اسٹارٹ کی۔

''ٹیک کیئر۔۔''اسکی گاڑی گیٹ کی طرف رینگنے لگی۔

ارتضی نے جیپ کا شیشہ نیچے کر کے شہرزاد پر ایک الوداعی مسکراہٹ اچھالی اور تیزی سے اپنی جیپ نکال کر لے گیا۔وہ اسے خداحافظ کہہ کر پورچ سے واپس لان کی طرف پلٹ آئی اور پچھلے ایک گھنٹے سے وہاں ٹہل ٹہل کر شہرزاد کی ٹانگیں شل ہو چکی تھیں۔۔

ارتضی کی باتوں نے اسکا سارا سکون برباد کر دیا تھا،وہ جانتی تھی کہ اسکا اندازہ غلط نہیں ہے لیکن،اسکا دل یہ ماننے سے بھی انکاری تھا کہ رومیصہ کوئی بڑی بات ان لوگوں سے چھپا سکتی ہے۔اس نے کچھ سوچ کر ہم زاد کا نمبر ڈائل کیا،جو تیسری بیل پر اٹھالیا گیا۔

''زہے نصیب۔۔۔!!!''دوسری طرف وہ چہکا۔

''کیسے ہیں آپ۔۔۔''؟اس نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا۔

''میری خیریت چھوڑو،یہ بتاؤتم کیوں پریشان ہو۔۔۔؟اس نے بے تکلفی سے دریافت کیا۔وہ اسکے لہجے سے اسکے دل کی پریشانی کو بھانپ لیتا تھا اور اب تو شہرزاد نے اسکی باتوں پر حیران ہونا بھی چھوڑ دیا تھا۔

''رومیصہ کی وجہ سے۔۔''شہرزاد نے بغیر کسی لگی لپٹی کے کہا،کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ہم زاد کا تجزیئے نوے فیصد درست ہو تے ہیں۔۔

''ایسا کیا کر دیا اس معصوم بچی نے۔۔۔؟''وہ مسکرایا۔

''وہ معصوم بچی،چالاکیاں کر رہی ہے ہمارے ساتھ۔۔''وہ ہلکا سا چڑ کر گویا ہوئی۔

''اس بیچاری کو کیا پتا کہ اسکے ارد گرد بھانت بھانت کے شیطانی دماغ والے لوگ موجود ہیں،جو اسکی چالاکیوں کو ایک منٹ میں بھانپ سکتے ہیں۔۔''اس کا ہلکا پھلکا لہجہ شہرزاد کو زچ کر گیا۔

''میں سیریس ہوں یار۔۔۔۔''وہ جھنجھلا کر گویا ہوئی۔۔۔

''اور میں تم سے زیادہ سیریس ہوں تمہارے لیے۔۔۔''اسکی بے ساختگی شہرزاد کو لمحے بھر کے لیے چپ کروا گئی۔

''میرا خیال ہے ہر بات کا کوئی مناسب وقت ہوتا ہے۔۔۔''وہ سنجیدہ ہوئی۔

''تو۔۔۔؟''ہم زاد نے جھٹ سے پوچھا۔

'' یہ بے وقت راگنی بعض دفعہ انسان کو بہت کوفت میں مبتلا کرتی ہے۔۔۔''وہ محتاط انداز میں قدرے ناگواری سے گویا ہوئی اور وہ سیکنڈوں میں اسکی بات کو سمجھ کر سنجیدہ ہوا۔''چلیں بتائیں،کیا ایشو ہوا ہے۔۔۔''؟

''رومی،اصل بات نہیں بتا رہی ہمیں۔۔۔''اس نے اپنا مسئلہ بتایا۔

''آپ کو کیسے لگا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔۔۔''اس نے ہلکا سا چونک کر پوچھا۔

''ارتضی اسکا بیان ریکارڈ کرنے کے لیے آیا تھا گھر۔۔''شہرزاد کی اطلاع نے ہم زاد کو جی بھر کر بدمزا کیا۔

''کیا اس پورے شہر میں ایک ہی پولیس آفیسر ہے، یا انہیں آپ کی ہی خدمت خلق کا بہت شوق ہے۔۔۔؟''وہ طنزیہ انداز میں گویا ہوا۔۔

''ارتضی دوست ہے میرا۔۔۔''اس دفعہ شہرزاد نے بھی اسکی دکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھا اور دوسری طرف حسب توقع سناٹا چھا گیا۔ ہم زاد کی تو لگتا تھا قوت گویائی سلب ہوگئی تھی اور شہرزاد کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ تبسم نے کروٹ لی۔۔۔

''کیا ہوا، خاموش کیوں ہوگئے آپ۔۔۔''؟اس کے دل جلاتے انداز پر ہم زاد نے خود کو بڑی سرعت سے سنبھالا۔

''اچھا تو پھر، کیا کہا آپ کے ''دوست'' ارتضی حیدر نے۔۔۔؟''ہم زاد کے جتاتے ہوئے انداز پر شہرزاد نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔

''وہ کہہ رہا تھا رومی بار بار بیان بدل رہی ہے اپنا لیکن وہ ایسا کیوں کر رہی ہے یہ چیز سمجھ نہیں آ رہی۔۔۔''

''اگر ایک سی ایس ایس آفیسر کو اتنی سی بات سمجھ نہیں آ رہی تو اسے پہلی فرصت میں اپنی جاب سے ریزائن کر کے ڈرائی فروٹس کی ریڑھی لگا لینی چاہیے، کیونکہ آجکل اسی کا سیزن ہے۔۔۔''ہم زاد کے طنزیہ لہجے پر شہرزاد کا منہ سرخ ہوا۔

وہ جان گئی تھی کہ وہ اس کی دوست والی بات کا غصّہ کہیں اور نکالنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن یہ موقع اس سے الجھنے کا نہیں تھا، تبھی تو اس نے تحمل کا عظیم مظاہرہ کیا اور خاموش رہی۔۔۔

''سادہ سی بات ہے شہرزاد، اگر رومیصہ ایسا کر رہی ہے تو اس کے دو مطلب نکلتے ہیں، نمبر ایک یا تو اس کی ہمدردیاں وہاں پر موجود لوگوں کے ساتھ ہیں یا پھر اس کے ساتھ کچھ ایسا ہوا ہے جو وہ آپ لوگوں سے شئیر کرنا نہیں چاہ رہی۔۔۔''

''لیکن کیوں۔۔۔؟''وہ ہلکا سا جھنجھلا گئی۔

''آئی تھنک، اگر کچھ غلط ہوا ہوتا تو وہ اب تک ضرور بتا دیتی، ایسی صورت میں کسی کے لیے بھی کوئی نرم گوشہ اس کے دل میں نہ ہوتا۔۔''ہم زاد کی بات جھٹ سے اسکے دل کو لگی۔''آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں۔ کھل کر بتائیں۔۔؟''

''اس کا ایک ہی مطلب نکلتا ہے مائی ڈئیر، وہاں جو کچھ ہوا، اس میں کہیں نہ کہیں رومیصہ کی بھی رضامندی بھی شامل تھی اور وہ ابھی بھی انہی کو اسپورٹ کرنا چاہ رہی ہے۔۔۔''ہم زاد کے تجزیئے میں دم تھا، تبھی تو شہرزاد کچھ سیکنڈوں کے لیے بالکل چپ کر گئی۔

''کیسے پتا چلے گا ان لوگوں کا۔۔۔؟''

''ایک منٹ میں۔۔۔۔'' وہ مسکرایا۔

''کیسے۔۔۔۔؟؟؟''

''آپ رومیصہ کا سیل نمبر دیں، میں اس کی تازہ ترین کالز کا ریکارڈز نکلوا لیتا ہوں۔'' ہم زاد نے چٹکیوں میں اسکا مسئلہ حل کیا۔

''آپ کے خیال میں رومی کا ابھی بھی رابطہ ہو گا ان لوگوں سے۔۔۔؟'' شہر زاد کو فطری سی پریشانی نے گھیرا۔

''آف کورس یار، وہ جو اتنی آسانی سے اسے گھر کے دروازے تک چھوڑ کر گئے ہیں، یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اس سے رابطہ نہ رکھیں۔۔۔''

''ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ۔۔۔''

''باقی ایک آدھ ہفتے تک آپکا دوست ارتضی حیدر بھی اسی پوائنٹ پر سوچنے لگے گا، آفٹر آل اتنا بھی ڈفر نہیں، یہ اور بات کہ آپ جیسی شاندار خاتون کے سامنے تو میری بھی عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔۔'' وہ طنزیہ لہجے میں کہہ کر کال کاٹ چکا تھا لیکن شہر زاد کے ذہن کی گتھی کسی حد تک سلجھ چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رومیصہ کو نیا فون اور سم کارڈ مل چکا تھا۔۔۔۔

اس وقت وہ سیل فون ہاتھ میں پکڑے اپنے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔۔۔۔

ایک طرف ''انا'' تھی جو اسے ارسل کو فون کرنے سے روک رہی تھی جس نے گھر جانے کے بعد خود سے ایک دفعہ بھی رابطہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی اور دوسری طرف تازہ تازہ ہونے والی وہ ''محبت'' تھی، جس نے رومیصہ کو بے چین کر رکھا تھا۔

''مجھے پوچھنا تو چاہیے، آخر ہوا کیا ہے۔۔'' انا اور محبت کی کشمکش میں بالا آخر محبت جیت گئی، اس نے کچھ سوچ کر ارسل کا نمبر ملایا۔

''ہیلو۔۔۔۔!!!'' دوسری طرف ارسل کی بیزار سی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔۔۔

''ارسل۔۔۔۔!!!'' رومیصہ نے ہلکا سا جھجک کر کہا، دوسری طرف ارسل کو کرنٹ لگا۔۔

''تھینکس گاڈ، دو دفعہ فون کر چکا ہوں میں تمہارے گھر کے پی ٹی سی ایل فون پر، ہر دفعہ کوئی ملازم ہی ریسیور اٹھا رہا تھا۔ کہاں چلی گئیں تھیں تم۔'' ارسل کی اس بات نے رومیصہ کے تنے ہوئے اعصاب کو ایک دم ڈھیلا کیا۔

''ہاں وہ میں اپنے روم میں آ گئی تھی۔۔۔''

''کیسی ہو تم۔۔۔؟ کیا صورتحال ہے تمہاری طرف۔۔۔؟''

''اے ایس پی، ارتضی حیدر آئے تھے میرا بیان ریکارڈ کرنے۔۔۔''اس نے اسکی ساعتوں میں بم پھوڑا۔

''اوہ مائی گاڈ۔۔۔۔ پھر۔۔۔۔؟''وہ بے چین ہوا۔

''میں نے بات گھما پھرا کر کرنے کی کوشش تو کی تھی لیکن وہ کسی صورت بھی مطمئن ہونے کا نام نہیں لے رہے۔۔۔''رومیصہ نے اپنی پریشانی سے آگاہ کیا۔

''دیکھو رومیصہ، تمہیں بہت عقلمندی سے یہ سب ہینڈل کرنا ہوگا۔ورنہ ہم سب لوگ پھنس جائیں گے۔۔''ارسل ٹھیک ٹھاک پریشان ہوا۔

''مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی ارسل۔۔۔وہ واقعی ہی ٹھیک کہہ رہی تھی اور ارسل کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا، کہ اسے سب کچھ سمجھا کر اسے واپس بھجوانا چاہیے تھا لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا اور شہرزاد اندر داخل ہوئی، رومیصہ کی نیلگوں آنکھوں میں بوکھلاہٹ اور خوف کے ملے جلے رنگ چھلکے، اس نے گھبرا کر فون بند کیا اور شہرزاد نے بہت غور سے اسکی اس حرکت کو نوٹ کیا۔

''کس سے بات کر رہی تھیں تم۔۔۔۔''اس نے دانستہ سرسری انداز میں پوچھا۔

''ایک کلاس فیلو تھی میری۔۔۔۔''رومیصہ نے فوراً ہی جھوٹ گھڑا، دوسری طرف ارسل اس سچوئشن سے بے خبر تھا، اس نے کال کٹ جانے پر فوراً ہی رومی کا نمبر ملایا اور سیل فون کی گھنٹی کی آواز پر رومیصہ ایک دفعہ پھر بوکھلا گئی۔

اس نے گھبرا کر شہرزاد کی طرف دیکھا، جو خود کو لاپرواہ ظاہر کرنے کی بڑی کامیاب اداکاری کر رہی تھی اور کمرے میں سیل فون کی گھنٹی کی آواز صور بن کر گونج رہی تھی۔۔

''فون اٹینڈ کرو ناں رومی۔۔۔۔''شہرزاد نے نرمی سے اسکی طرف دیکھا۔

''نہیں، وہ لمبی بات کرنے کے موڈ میں ہے، میں بعد میں کرلوں گی اس سے بات۔۔۔''رومی نے کچھ سوچ کر فون ہی پاورڈ آف کر دیا۔

''ارتضی کیسا لگا تمہیں۔۔۔۔؟''شہرزاد ڈائریکٹ اس موضوع پر آنا نہیں چاہ رہی تھی۔

''تم میں انٹرسٹڈ ہے کیا۔۔۔؟''رومیصہ کے منہ پھٹ انداز پر وہ ہنسی۔۔۔

''لیکن میں ہرگز نہیں ہوں۔۔۔۔''اس نے فوراً ہی صفائی دی۔۔۔

''اچھا شخص ہے، تمہیں سوچنا چاہیے اسکے بارے میں۔۔۔''رومیصہ نے نظریں چرا کر اسے مشورہ دیا۔

''لیکن میں تو اسے تمہارے لیے سوچ رہی ہوں، ہینڈ سم ہے، ایجوکیٹڈ ہے اور سب سے بڑی بات ماما کو بھی پسند ہے۔۔''

''وہ تمہیں پسند کرتا ہے شیری۔۔۔؟''رومی نے ہلکا سا بُرا مانا۔۔۔

''ہاں تو کیا ہرج ہے، پسند تو ہمیں زندگی میں ہزاروں لوگ آجاتے ہیں۔اب سب کے ساتھ شادی تو نہیں کی جا سکتی ناں۔۔''شہر زاد دانستہ ہلکے پھلکے لہجے میں بولی،وہ اپنے اور رومی کے درمیان موجود فاصلوں کو تیزی سے گھٹانا چاہتی تھی۔

''لیکن مجھے کسی سے شادی نہیں کرنی۔۔۔''وہ ہلکا سا جھنجھلا گئی۔

''کوئی اور پسند ہے کیا۔۔۔؟؟؟''شہر زاد نے غور سے اسکی شکل دیکھی۔

''کون پسند کرے گا ایسی لڑکی کو، جس پر کسی کے قتل کا مقدمہ چل رہا ہو،اور وہ اتنے دن گھر سے غائب بھی رہی ہو۔۔''رومیصہ کا تلخ لہجہ اس بات کا گواہ تھا کہ وہ ضرورت سے زیادہ حقیقت پسند ہو چکی ہے۔شہر زاد کا دل دکھ کے گہرے احساس سے بھر گیا۔

''کوئی ہو بھی تو سکتا ہے جو تمہیں اچھی طرح جانتا ہو۔۔۔''شہر زاد نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔

''جب انسان کا بُرا وقت چل رہا ہو تو بڑے بڑے آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔۔۔''اس نے تھک کر بیڈ سے ٹیک لگائی۔

''ٹھیک کہتی ہو تم۔۔۔''شہر زاد فوراً ہی اسکی بات سے متفق ہوئی لیکن پھر اسے تسلی دینے کے لیے مزید گویا ہوئی۔''لیکن تم بے فکر رہو، بعض دفعہ مشکل وقت میں بھی اللہ نے بہت سی آسانیاں رکھی ہوتی ہیں، جس کا اندازہ انسان کو بہت دیر بعد ہوتا ہے۔۔۔''

شہر زاد کی بات پر رومیصہ پھیکے سے انداز میں مسکرا کر چپ کر گئی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اللہ نے ارسل کی صورت میں جو آسانی اس کی قسمت میں لکھی تھی وہ اسی حادثے کے بعد ہی اسے ملنی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

''بلڈ پریشر مسلسل ہائی چل رہا ہے آپ کا۔۔۔''

برہان کی بات پر تاجدار بیگم نے خفا نظروں سے سامنے صوفے پر بیٹھے میر محتشم کی طرف دیکھا،جو بظاہر تو اخبار میں منہ دیئے بیٹھے تھے لیکن ان کی تمام تر توجہ دونوں ماں بیٹے کی طرف تھی تاجدار بیگم ان سے سخت خفا تھیں۔۔

تاجدار بیگم نے خصوصی طور پر اپنا بی پی چیک کرنے کے لیے برہان کو اپنے کمرے میں بلوایا تھا۔دونوں میاں بیوی کے درمیان تعلقات خاصے کشیدہ چل رہے تھے اور یہ بات سبھی کو معلوم تھی۔۔

''امّی، میں آپ سے کہہ رہا ہوں، اپنی میڈیسن باقاعدگی سے کیوں نہیں لے رہیں آپ۔۔؟''برہان نے فکر مند انداز سے

ماں کی طرف دیکھا، جو پچھلے چوبیس گھنٹے سے احتجاجاً اپنے کمرے تک محدود ہو چکی تھیں۔

شاہ میر والے واقعے نے ان کو اچھا خاصا ہلا کر رکھ دیا تھا، وہ جو سمجھتی تھیں کہ تین بیٹوں کو جنم دے کر اور میر حاکم علی کی چہیتی بہو کا اعزاز حاصل کر کے وہ پورے خاندان پر ساری زندگی حکمرانی کر سکتی ہیں، اس واقعے نے ان کی خوش فہمیوں کی دیوار کو ریت کی طرح ڈھا دیا تھا۔

اپنی اس طویل شادی شدہ زندگی میں انہوں نے پہلی دفعہ اپنے میاں کا وہ روپ دیکھا تھا جسے دیکھنے کی ان کی دونوں دیورانیوں کو خاصی حسرت تھی لیکن وہ بڑی عقلمندی کے ساتھ سارے معاملات کو لے کر چل رہی تھیں۔

شاہ میر کے جذباتی پن نے ان کی پوزیشن سسر اور میاں کے سامنے تو خراب کی ہی لیکن وہ خود بھی اس دھچکے سے اچھی خاصی متاثر ہوئیں تھیں، ان کا سارا زعم اور طنطنہ دھرے کا دھرا رہ گیا تھا اور یہ بات انہیں گھن کی طرح اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی۔۔

''اچھا اب آپ یہ بلڈ پریشر کی دوائی تو کھائیں۔۔۔'' برہان نے ایک ٹیبلٹ نکال کر انکی طرف بڑھائی۔

''ایسا کرو زہر لا دو کہیں سے، جان چھوٹ جائے گی تم سب لوگوں کی مجھ سے، پھر خوشی کے شادیانے بجانا بیٹھ کر یہاں۔۔'' وہ ایکدم چڑ گئیں۔

''امّی۔۔۔۔'' برہان نے صدمے بھرے انداز میں ان کی طرف دیکھا۔

وہ جو میر خاندان کی سب سے مضبوط اعصاب کی حامل خاتون سمجھی جاتی تھیں، اس وقت ریت کی دیوار کی طرح گری پڑی تھیں، اور ان کا بات بات پر چڑنا اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ وہ ذہنی طور پر کس حد تک پژمردگی کا شکار ہیں۔۔

''بابا، آپ سمجھائیں ناں انہیں۔۔۔'' برہان نے مڑ کر اپنے باپ کی طرف دیکھا وہ ہلکا سا گڑبڑا گئے۔۔

برہان کو علم نہیں تھا کہ ان دونوں کے درمیان بات چیت بالکل بند ہے، شاہ میر کے گھر چھوڑنے والے واقعے پر تاجدار بیگم کو سب سے زیادہ غصّہ اپنے میاں پر ہی تھا۔۔ جنہوں نے اس موقعے پر خاصے جذباتی پن کا مظاہرہ کیا تھا۔

''ہونہہ، یہ سمجھائیں گے۔۔۔'' وہ بیزاری سے سر جھٹک کر لیٹ گئیں۔

''تم میڈیسن رکھ دو سائیڈ ٹیبل پر، کھا لے گی خود ہی۔۔۔''

میر محتشم نے نظریں چرا کر کہا، ان کا غصّہ ختم ہو چکا تھا اور اب وہ فطری سی شرمندگی کے حصار میں تھے، کیونکہ اتنا تو وہ بھی جانتے تھے کہ تاجدار بیگم نے زندگی میں کبھی بھی انہیں شکایت کا موقع نہیں دیا تھا اس لیے انہیں بھی اس بات کا لحاظ کرنا چاہیے تھا۔۔

''بیگم صاحبہ، ندرت بی بی پوچھ رہی ہیں کہ رات کے کھانے میں کیا بنے گا۔۔؟'' ملازمہ نے بڑے غلط ٹائم پر کمرے میں

انٹری دی۔

''ایسا کرو کلیجہ کاٹ کر پکالو میرا، شاید اسی سے ارمان ٹھنڈے ہو جائیں سب گھر والوں کے۔۔۔''وہ ایکدم جل کر بولیں۔

''تم جاؤ زلیخا، جا کر بڑی چچی سے پوچھ لو۔۔۔''برہان نے نظریں چرا کر شرمندگی سے ملازمہ کو کہا اور ناراض نگاہوں سے اپنی ماں کی طرف دیکھا، جو اس وقت کمبل تان کر لیٹ گئیں تھیں، جو اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ اس وقت کسی سے بھی بات کرنا نہیں چاہتیں۔

''امّی کم از کم گھر کے ملازموں کے سامنے تو اس قسم کی باتیں نہ کریں۔۔۔''

''یہ بات مجھے نہیں اس گھر کے سب ہی لوگوں کو معلوم ہونی چاہیے جو آئے دن تماشے لگاتے رہیں ہیں انہی ملازموں کے سامنے۔''وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں میر محتشم کو یہ بات سنا رہی تھیں۔

''تم جاؤ برہان، ریسٹ کرنے دو اپنی ماں کو۔۔۔''انہیں نہ چاہتے ہوئے بھی بولنا پڑا، برہان کچھ سوچ کر کمرے سے نکل آئے۔

جیسے ہی انہوں نے ہال کمرے میں قدم رکھا، سامنے انابیہ گھٹنوں میں سر دیئے صوفے سے ٹیک لگائے کارپٹ پر اکیلی بیٹھی تھی۔ پورا ہال کمرہ خالی تھا، شاہ میر کے گھر چھوڑ جانے کے بعد میر ہاؤس میں لگتا تھا کسی آسیب کا بسیرا ہو گیا تھا۔۔

برہان آہستگی سے قدم اٹھاتے ہوئے اسی صوفے پر آ کر بیٹھ گئے، جس سے ٹیک لگائے انابیہ بیٹھی تھی۔ ان کے قدموں کی چاپ پر انابیہ نے سر اٹھا کر دیکھا اور برہان کو سامنے دیکھ کر اس کے اعصاب تن گئے اور پیشانی پر ناگواری کے اظہار کے طور پر لکیریں ابھریں۔۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھی، برہان اسکے ارادے جان گئے تھے، انہوں نے لاشعوری انداز میں اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے جانے سے روکا، انابیہ کو کرنٹ لگا۔ اس نے خفا نظروں سے برہان کو گھورا، جو اس سے بات کرنے کے موڈ میں تھے۔۔

''کیا پرابلم ہے تمہارے ساتھ انابیہ۔۔۔؟''انہوں نے اسکے افسردہ وجود سے دانستہ نظریں چرا کر پوچھا۔

''یہ آپ مجھ سے نہیں، خود سے پوچھیں۔۔۔''انابیہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

''تم بیٹھو، بات کرنی ہے مجھے تم سے۔۔۔؟''برہان نے بے ساختہ انداز سے کہا۔

''جی کہیے۔۔۔؟''

''کیوں تم کل سے مجھے اور درشہوار کو بہانے بہانے سے سنا رہی ہو۔۔''اس نے بغیر کسی لگی لپٹی کے پوچھا۔

''میں اگر بتاؤں گی تو شاید اچھا نہیں لگے گا آپکو۔۔۔''وہ ناراض لہجے میں بولیں۔

''نہیں، آج بتانا ہی ہو گا تمہیں۔۔۔'' برہان کے ضدی انداز پر انابیہ نے چونک کر انکی طرف دیکھا۔

برہان کی مکمل توجہ اسکی طرف تھی اور زندگی میں ایسے مواقع بہت کم کم آئے تھے، ورنہ دونوں کے درمیان فاصلوں کی دیوار چین کھڑی تھی جسے جب بھی انابیہ نے گرانے کی کوشش کی، منہ ہی کی کھائی۔

''آپ کیوں نہیں بتادیتے کھل کر سب کو۔۔۔'' اسکے لہجے میں دبا دبا سا غصّہ ہلکورے کھانے لگا۔

''کیا۔۔۔؟'' برہان نے ابھی تک اسکا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا اور نہ ہی انابیہ نے چھڑوانے کی کوئی کوشش کی۔

''یہی کہ آپ کو کوئی دلچسپی نہیں ہے مجھ میں اور نہ ہی آپ شادی کرنا چاہتے ہیں مجھ سے۔۔۔''

انابیہ نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا سیکھ لیا تھا اور برہان کے آج شاید ستارے گردش میں تھے جو یہ جملہ بقائمی ہوش و حواس ہال کمرے میں داخل ہوتے میر حاکم علی نے خود سنا اور ان کے چٹان جیسے چہرے پر گویا زلزلے کی سی کیفیت ابھری۔۔

''کیوں اسکی دلچسپی کہاں ہے۔۔۔؟'' میر حاکم بولے نہیں پھنکارے تھے۔

برہان نے بوکھلا کر انابیہ کا ہاتھ چھوڑا اور گھبرا کر پلٹے۔ سامنے میر حاکم علی ان دونوں کو غضب ناک نگاہوں سے گھور رہے تھے۔ ان کے چہرے کے تاثرات گواہ تھے کہ وہ ان دونوں کی گفتگو سن چکے ہیں، اور گفتگو بھی کوئی ایسی خوشگوار نہیں تھی جسے سن کر وہ کسی خاص رد عمل کا اظہار نہ کرتے۔۔۔

''کک کہیں نہیں دا جی۔۔۔'' برہان کا رنگ فق ہوا۔

''تم بتاؤ انابیہ، یہ کیا سلسلہ چل رہا ہے تم دونوں کے بیچ۔؟ کون ہے وہ، جس میں دلچسپی لے رہے ہیں موصوف۔؟'' ان کے اس جملے سے انابیہ کی تو جو روح فنا ہوئی سو ہوئی، پیروں کے نیچے سے زمین تو ایک دفعہ برہان کے بھی نکل گئی۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے دا جی۔۔'' انابیہ نے بوکھلا کر صفائی دینے کی ناکام کوشش کی۔

''یاد رکھنا برہان، اس گھر میں، میں کوئی اور خاقان علی برداشت نہیں کروں گا۔۔۔'' انہوں نے انگلی اٹھا کر ڈھکے چھپے الفاظ میں بہت کچھ کہہ دیا۔

''اور نہ ہی میں اس گھر کی کسی بچی کے ساتھ زیادتی کرنے دوں گا۔۔'' انہوں نے مزید کہا۔ برہان کا چہرہ ضبط کی کوشش میں سرخ ہوا۔

''ایسا کچھ نہیں ہے دا جی۔۔۔'' وہ خود کو سنبھال چکے تھے۔

''اور ہونا بھی نہیں چاہیے، اس چیز کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی اب ہمارے خاندان میں۔۔۔'' انہوں نے دوٹوک انداز اپنایا۔

''میں جاؤں داجی۔۔۔؟؟؟انابیہ نے ہراساں نگاہوں سے انکی طرف دیکھا۔

''ہاں جاؤ،اور برہان تم اپنے ماں باپ کو بھیجو میرے کمرے میں۔۔۔''انہوں نے برہان کو غصّے سے گھورتے ہوئے نیا حکم جاری کیا۔۔

''جی۔۔۔۔''برہان نے ناراضگی سے انابیہ کی طرف یوں دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں کہ اب تمہیں سکون آگیا۔وہ لمبے لمبے ڈگ بڑھتے ہوئے میر محتشم کے کمرے کی طرف بڑھ گئے جبکہ انابیہ کا دل یوں دھڑک رہا تھا جیسے پسلیاں توڑ کر سینے سے باہر آجائے گا۔۔

☆☆☆☆☆☆☆

''ارتضٰی دوست ہے میرا۔۔''

شہرزاد کے اس چار لفظی جملے نے ہم زاد کے حلق تک میں کڑواہٹ گھول دی تھی۔۔۔

پچھلے چوبیس گھنٹوں میں ہم زاد نے اس جملے کو کوئی چوبیس سو دفعہ سوچا اور ہر دفعہ سوچنے پر اسے نئے سرے سے تکلیف کا احساس ہوا۔ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے ماؤنٹ ایورسٹ کی بلند و بالا چوٹی اسکے سینے پر دھر دی ہو۔

وہ شدید بے بسی محسوس کر رہا تھا۔۔۔

اس کی آنکھوں میں جلتی جوت مدھم ہو گئی اور وہ شکست خوردہ انداز سے ٹہلنے لگا۔۔۔۔

''کیوں میرے جذبات سے کھیلتی ہے وہ اور مجھے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتی۔؟آخر ہم دونوں تعلق کی کس ڈور سے بندھے ہوئے ہیں۔۔۔''اپنے چٹختے ہوئے اعصاب کو پر سکون کرنے کے لیے اس نے سگریٹ سلگایا۔

''کاش اسے اندازہ ہو سکے،اسکے بے دھیانی میں بولے ہوئے بعض زہر آلود جملے،قطرہ قطرہ بن کر میری رگوں میں اترنے لگتے ہیں۔''اس نے ہاتھ میں پکڑا ادھ جلا سگریٹ بُری طرح ایش ٹرے میں مسلا،جیسے اپنے اندر کا سارا غصّہ اس پر نکالنا چاہتا ہو۔

وہ اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس آن کھڑا ہوا،جیسے ہی اس نے بلائنڈز ہٹائے تو اسکی نظر صنوبر کے دیو قامت درختوں پر پڑی،فضا میں پیڑوں کی سبز خوشبو پھیلی ہوئی تھی،اور سامنے ایک سنگلاخ سڑک بل کھاتی ہوئی دُور تک جا رہی تھی۔

سائیڈ میز پر رکھے ہم زاد کے سیل فون کی گھنٹی بجی،دوسری طرف وہی دشمن جان تھی،بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اتنی شدت سے اسے سوچتا اور دوسری طرف اسکے دل کو کچھ نہ ہوا ہوتا۔ہم زاد نے سیل فون ہاتھ میں پکڑا اور اسکرین پر لکھا ''شہرزاد کالنگ''کے الفاظ دیکھنے لگا۔۔۔

ان الفاظ کو دیکھنے کے لیے پتا نہیں کتنے سال اسکی آنکھیں ترسیں تھیں،ابھی تو بصارتوں کے آدھے قرض بھی ادا نہیں ہو

ئے تھے اور ارتضیٰ حیدر ان دونوں کے بیچ آن کھڑا ہوا تھا۔۔

''کیوں تنگ کرتی ہو مجھے۔۔۔؟''ہم زاد نے کال اٹینڈ کر کے شکوہ بھرے انداز میں کہا۔

''میں کیوں کروں گی ایسا۔۔؟''دوسری طرف وہ حیران ہوئی۔

''تم ہی تو کرتی ہو، اور دکھ کی بات یہ ہے کہ تمہیں اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا۔۔''ہم زاد کی آنکھوں میں رقم کرب کی تحریر صاف پڑھی جارہی تھی۔

''ارتضیٰ والی بات بُری لگی ہے تمہیں۔۔''شہرزاد نے گویا اس کے دل کی بات بوجھ لی۔

''نہیں، مجھے کیوں لگے گا بُرا۔۔؟''وہ صاف مکر گیا۔

''حالانکہ بُرا لگنا چاہیے تمہیں۔۔''فضا میں شہرزاد کا نسوانی قہقہہ گونجا۔۔

''وہ کیوں۔۔۔؟؟؟''ہمزاد نے انجان بن کر پوچھا۔

''اس لیے کہ تم محبت کرتے ہو مجھ سے۔۔''شہرزاد کے شوخ لہجے پر اس کے من میں پھانس چبھی، کہ ایک لمحے کو سانس لینا دشوار ہو گیا۔

''اور تم کیا نفرت کرتی ہو مجھ سے۔۔۔؟''اس نے اپنے لہجے کو لاپرواہ بنانے کی حتی المقدور کوشش کی۔

''ایسا ہو سکتا ہے بھلا۔۔''شہرزاد کو پہلی دفعہ اسکے لہجے میں موجود سنجیدگی کی سنگینی کا احساس ہوا۔۔

''تو پھر کیا تعلق ہے تمہارے اور میرے بیچ۔۔۔؟''اس کے اس سوال پر شہرزاد کو اپنی سانس سینے میں اٹکتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''ہم زاد ہو تم میرے۔۔۔''

''لیکن یہ دعوی تو میں کرتا ہوں، ضروری تھوڑا ہے کہ تم بھی اس سے متفق ہو۔۔؟''

''میں اگر متفق نہ ہوتی تو کیا ہر مشکل میں تمہاری طرف دیکھتی، تم سے بات کرتی۔۔؟''شہرزاد نے اسے لاجواب کیا۔

''تمہارے ہر مشکل وقت میں تو ارتضیٰ بھی ساتھ ہوتا ہے تمہارے۔۔۔''

''لیکن میں اس کے ساتھ نہیں ہوتی۔۔۔''شہرزاد کے لہجے کی بے ساختگی، اسکی سچائی کی گواہ تھی۔

''تو پھر اس خبیث انسان کو ہر وقت ساتھ لے کر گھومنے کی ضرورت کیا ہے۔۔۔''اسکی جھنجھلاہٹ شہرزاد کو لطف دے گئی۔

''میں کوئی ہاؤس وائف نہیں ہوں یار، ایک ورکنگ وومن ہوں اور دن میں سو بار ملنا پڑتا ہے مجھے بہت سے لوگوں سے۔۔۔''اسے نہ چاہتے ہوئے بھی صفائی دینا پڑی۔

''لیکن ان سب لوگوں میں، کسی دن یہ ارتضی حیدر قتل ہو جائے گا میرے ہاتھوں۔۔۔'' وہ چڑ کر مزید گویا ہوا۔

یقین مانو میں اتنی بڑی دنیا میں اپنا ایک رقیب بھی برداشت نہیں کر سکتا میں۔۔'' ہم زاد کے لہجے میں موجود جھنجھلاہٹ اور غصے کی کیفیت کو سمجھ کر وہ کھلکھلا کر ہنسی۔ دوسری طرف ہم زاد بھی کچھ پر سکون ہوا تھا۔ تبھی تو اگلے ہی منٹ وہ دونوں بڑے نارمل انداز سے گفتگو کر رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

آج بھی مری میں سردی کی شدت انتہاء پر تھی۔۔۔ درجہ حرارت منفی میں جا رہا تھا۔۔۔

لیکن میر ہاؤس کے اندر ہونے والے ''سانحہ شاہ میر'' کی وجہ سے سبھی مکینوں کے مزاجوں کا موسم خاصا گرم تھا اور ہر کوئی ایک دوسرے سے نظریں چرائے گھوم رہا تھا، طوبیٰ موٹا سا اونی کوٹ پہنے ہوئے انابیہ کے ساتھ ہال کمرے کے صوفے پر تھی، اور پیروں میں الیکٹرک ہیٹر جلا کر رکھا ہوا تھا۔۔

ٹی وی پر کسی ڈرامے کی آخری قسط چل رہی تھی اور اس دوران شاہ میر کی اچانک آنے والی کال نے اسے بوکھلا کر رکھ دیا، وہ فون اٹھا کر اپنے اور انابیہ کے مشترکہ کمرے کی طرف بھاگی، جو اس وقت خالی تھا، طوبیٰ نے اندر گھستے ہی دروازہ لاک کر کے پریشان انداز سے کال اٹینڈ کی۔

''شاہ میر۔۔۔ کیوں فون کیا ہے مجھے۔۔؟'' اس کی سانسیں ابھی تک بے ربط تھیں۔

''کیوں بابا نے ''گھر'' سے اور تم نے ''دل'' سے نکال دیا ہے مجھے۔۔؟'' اپنے میس میں موجود شاہ میر جو پورے میر ہاؤس کے مکینوں پر ہی تپا بیٹھا تھا۔ اس نے طنزیہ انداز اپنایا۔ جسے سن کر طوبیٰ سلگ کر رہ گئی۔

''بکو مت۔ میں نے ایسا کب کہا۔۔۔'' وہ جل کر بولی۔

''ری ایکٹ تو تم ایسے ہی کر رہی ہو جیسے کال کر کے کوئی بڑا گناہ کر لیا ہو میں نے۔۔۔'' وہ بیزاری کی انتہاء پر تھا۔

''داجی، تایا ابا سب موجود ہیں گھر میں۔۔۔'' طوبیٰ نے بوکھلا کر صفائی دی۔

''تو میں نے کون سا وڈیو کال کر لی ہے تمہیں، جو انہیں میری منحوس شکل دیکھائی دے دے گی تمہارے سیل فون پر۔ ۔۔'' آگے بھی شاہ میر تھا، جس سے باتوں میں جیتنا کم از کم طوبیٰ کے لیے ناممکن تھا۔

''شکل تو منحوس نہیں ہے لیکن باتیں ضرور کرتے ہو ایسی۔۔۔'' طوبیٰ کے دل جلے انداز پر نہ چاہتے ہوئے بھی وہ ہنس پڑا۔

''چلو اسی خوشی میں آ جاؤ مجھ سے ملنے۔۔۔'' اس کی اگلی فرمائش پر طوبیٰ کا دماغ بھک کر کے اڑا۔

''بھنگ تو نہیں پی لی تم نے سردی کی شدت کو کم کرنے کے لیے۔۔۔''

''نہیں، تمہاری محبت کا نشہ ہی اتنا اسٹرونگ ہے کہ اس کے سامنے دنیا بھر کے نشے بے معنی ہیں۔۔۔''وہ پٹڑی سے اترا۔

''شاہ میر، یہ فضول باتیں کرنے کے لیے فون کیا ہے تم نے۔۔۔؟''

''نہیں، تمہیں یہ بتانے کے لیے کہ آج شام سات بجے جی پی او چوک پر انتظار کروں گا میں تمہارا۔۔۔''

''لیکن میں کیسے آسکتی ہوں۔۔۔''؟اس نے گھبرا کر وال کلاک پر ٹائم دیکھا، شام کے پانچ بج رہے تھے۔

''جیسے در شہوار اور نمیرہ کے ساتھ سارا دن گھومتی ہو ان روڈز پر۔۔۔''وہ لاپرواہی سے گویا ہوا۔

''ان کو بھی ساتھ لے آؤں کیا۔۔۔؟''طوبیٰ کی اگلی بات نے اسے جی بھر کر بدمزا کیا۔

''خبر دار کسی کو نہیں بتاؤ گی تم۔ ان کو بھی لے آؤں۔۔''شاہ میر نے چڑ کر اسکی نقل اتاری۔

''لیکن، کس لیے بلوا رہے ہو تم۔۔۔؟''

''کچھ دینا ہے تمہیں۔۔۔۔''وہ پر اسرار انداز میں گویا ہوا، طوبیٰ کے کان کھڑے ہوئے۔۔

''کیا۔۔۔؟''

''یہ تو تم آؤ گی تو پتا چلے گا تمہیں۔۔۔۔''وہ ابھی کچھ بھی بتانے کے موڈ میں نہیں تھا۔

''بہت مشکل ہے میرو، آج بابا، دا جی اور تایا ابا سب موجود ہیں گھر میں۔۔۔''

''بے فکر رہو، شام کو ایک منسٹر کے ہاں ڈنر ہے انکا، یہ تینوں نکل جائیں گے گھر سے ایک دو گھنٹوں میں۔۔۔''شاہ میر کی بات پر وہ کچھ پر سکون ہوئی۔

''تمہیں کس نے بتایا۔۔۔؟''

''ارسل کے علاوہ کون بتا سکتا ہے مجھے، لیکن چھوڑو، پھر آ رہی ہو ناں۔۔۔۔؟'اس نے منہ بنا کر دوبارہ تصدیق چاہی۔۔

''شاہ میر ڈر لگ رہا ہے مجھے۔۔۔''

''بے وقوف لڑکی، میں آ جاتا تمہیں لینے، لیکن پتا ہے ناں، روڈ سنگل ہے اور سارا دن بابا اور دا جی کی گاڑیاں اسی سڑک پر گھومتی رہتی ہیں، کسی نے دیکھ لیا تمہیں میرے ساتھ، تو شامت اب کی بار تمہاری ہی آئے گی۔۔۔''شاہ میر نے اس دفعہ نرمی سے کہا ۔۔

''اچھا میں کوشش کروں گی۔۔۔''طوبیٰ نے ہلکا سا سوچ کر کہا۔

''کوشش نہیں کرنی، آنا ہے تم نے۔۔۔''دوسری طرف وہ ہلکی سی ناراضگی سے گویا ہوا تو طوبیٰ نے نہ چاہتے ہوئے حامی بھر ہی لی، لیکن فون بند کر کے وہ ٹھیک ٹھاک پریشان ہو چکی تھی کیونکہ اسے اب یہ سوچنا تھا کہ وہ کیا بہانہ بنا کر گھر سے نکلے۔۔

☆☆☆☆☆☆

رومیصہ گود میں رکھے لیپ ٹاپ پر آج کافی عرصے بعد سوشل میڈیا کھنگال رہی تھی۔

فیس بک پر شوبز کے ایک پیج پر لگی ٹینا بیگم اور سیف الرحمن کی تصویر دیکھ کر اسے دھچکا لگا۔ آنکھیں ضبط کی کوشش میں لال ہوئیں۔ اس کے جسم میں دوڑتے خون کے اندر اشتعال اور غصہ ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ اتنے بڑے سانحے سے گذرنے کے بعد اب ٹینا بیگم کافی حد تک سدھر گئی ہونگیں، لیکن اس خبر کو دیکھتے ہی رومیصہ کی خوش فہمی بھاپ بن کر فضاؤں میں تحلیل ہو گئی۔۔۔

اس پوسٹ کے نیچے موجود لوگوں کے فضول کمنٹس پڑھ کر رومیصہ کا منہ غصّے سے سرخ ہوا، لوگوں نے دونوں کو اور خاص طور پر ٹینا بیگم کو بے نقط سنائی تھیں۔ اس نے جھنجھلا کر لیپ ٹاپ بند کیا اور غصّے سے سائیڈ پر رکھا۔۔۔

ٹینا بیگم کے شوبز کے لوگوں کے ساتھ تعلقات خاصے گہرے تھے اور آئے دن ہونے والے فیشن شوز، سیمینارز اور گیدرنگز کے علاوہ وہ مارننگ شوز میں بھی لوگوں کو بیوٹی ٹپس وغیرہ دیتی ہوئی دیکھائی دیتی تھیں بلکہ اب تو انہوں نے یوٹیوب پر باقاعدہ اپنا بیوٹی ٹپس کے حوالے سے چینل لاؤنچ کر رکھا تھا جسے بہت زیادہ لوگ سبسکرائب کر چکے تھے۔۔

رومیصہ کو اپنا دماغ کھولتا ہوا محسوس ہوا، اپنے اندر کی کھولن کو کم کرنے کے لیے اس نے سائیڈ میز پر رکھے کرسٹل کے جگ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اچانک اسکی نظر سامنے رکھے انگلش اخبار پر پڑی جس کے بیک پیج پر ٹینا بیگم اور سیف الرحمن کی وہی تصویر بڑے نمایاں انداز سے شائع ہوئی تھی، جس میں سیف الرحمن نے بڑی بے تکلفی کے ساتھ ٹینا بیگم کے کندھے پر ہاتھ رکھا ہوا تھا اور انہیں پیار بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اخبار نے اس خبر کو بڑے چٹ پٹے انداز میں شائع کیا تھا اور اخبار کے ذرائع کا دعوی تھا کہ ٹینا بیگم عنقریب سیف الرحمن سے چوتھی شادی کرنے والی ہیں۔۔

''واٹ دا ہیل۔۔۔'' رومیصہ نے ہاتھ میں پکڑا پانی کا جگ اٹھا کر سائیڈ میز پر پٹخا اور اس میں سے کچھ پانی چھلک کر زمین پر جا گرا۔

وہ اخبار اٹھا کر فیصلہ کن انداز میں پاؤں پٹختی ہوئی اپنے کمرے سے نکلی اور بدقسمتی سے ٹینا بیگم اس وقت سیف الرحمن کے ساتھ ہی سیٹنگ روم میں کافی پینے میں مگن تھیں، اسے دیکھ کر وہ بے ساختہ انداز میں مسکرائیں۔

''سیفی، یہ میری چھوٹی بیٹی ہے رومیصہ۔۔۔'' انہوں نے محبت سے تعارف کروانا چاہا۔

سیف الرحمن نے اپنائیت بھرے انداز سے رومی کی طرف دیکھا، جس کے چہرے پر بیزاری کا ایک جہان آباد تھا۔

''آپ سے علیحدگی میں کچھ بات کرنی ہے مجھے۔۔'' اس کے لہجے اور چہرے پر موجود برہمی پر ٹینا بیگم ہلکی سی خفت کا شکار ہو

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

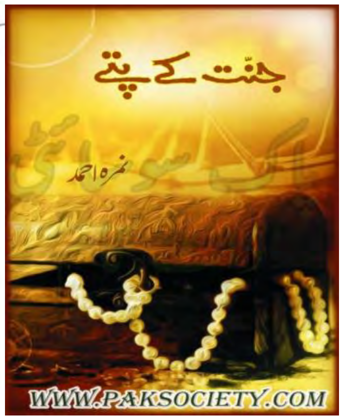

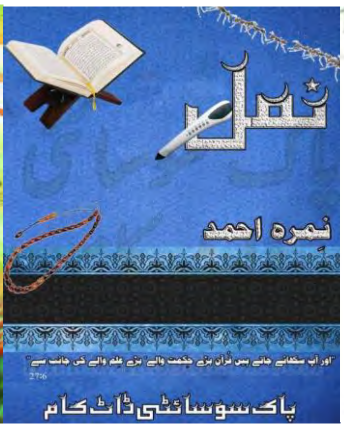

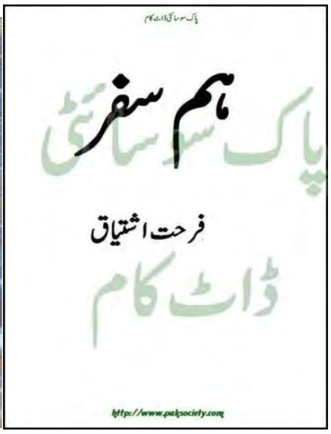

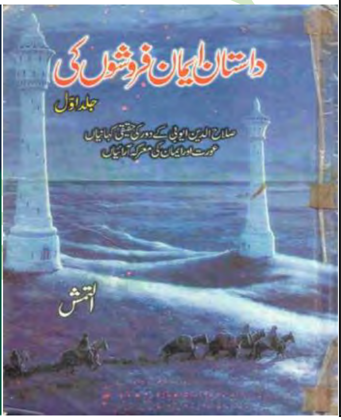

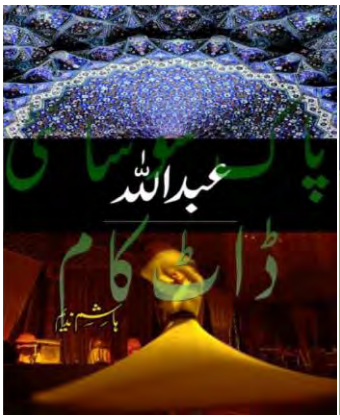

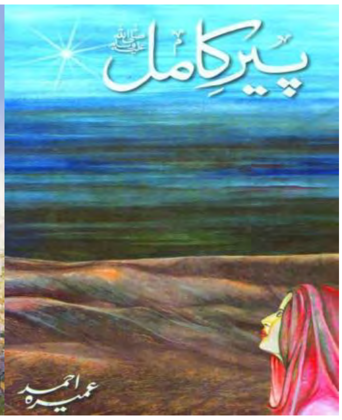

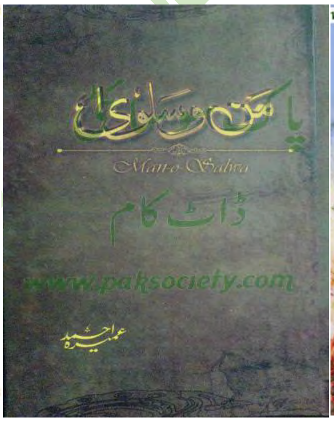

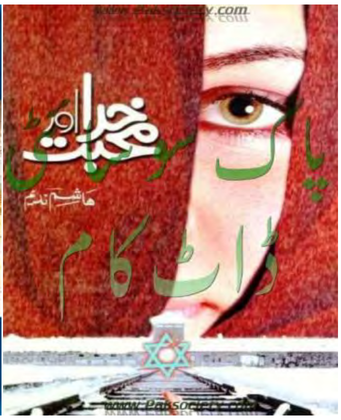

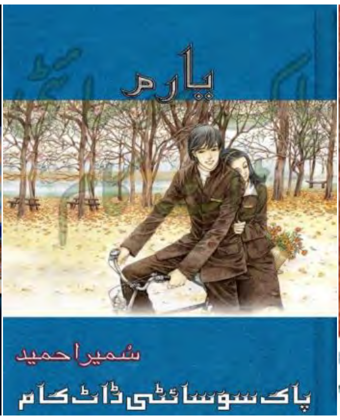

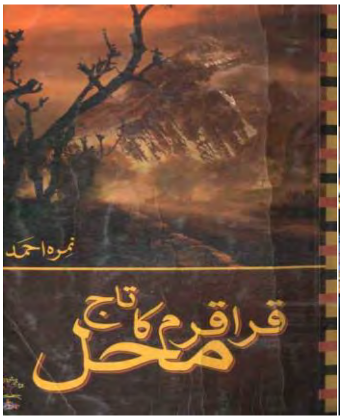

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

ئیں۔ رومیصہ نے سیف الرحمن کو بالکل بھی لفٹ نہیں کروائی تھی اور اسکی یہ حرکت ٹینا بیگم کو نادم کرنے کے لیے کافی تھی۔

''کیا ہوا رومی۔۔۔؟''

''آپ چلیں میرے روم میں، مجھے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔۔''

''تم چلو میری جان، میں آرہی ہوں۔۔۔۔'' وہ ہلکی سی پریشان ہوئیں۔۔

''میں نے کہا ناں مجھے ابھی اور اسی وقت بات کرنی ہے۔ آپ چلیں میرے ساتھ۔'' اس کے ضدی انداز پر سیف الرحمن کافی کا کپ ایک سائیڈ پر رکھ کر کھڑے ہوئے اور ٹینا بیگم نے گھبرا کر انکی طرف دیکھا۔۔

''میرا خیال ہے ٹینا، مجھے چلنا چاہیے، کل کلب میں ملاقات ہو گی۔۔۔''

''شیور۔۔'' وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائیں۔

''ٹیک کیئر۔۔۔۔'' وہ سیٹنگ روم سے نکل گئے۔۔۔

''یہ کون تھے۔؟ اور کیوں منہ اٹھا کر بیٹھے ہوئے تھے ہمارے گھر میں۔۔؟' ان کے کمرے سے نکلتے ہی رومی کی آنکھوں سے شعلے نکلے۔

''کیا ہوا ہے رومیصہ، تم سے کسی نے کچھ کہا ہے کیا۔۔؟'' وہ ٹھیک ٹھاک پریشان ہوئیں۔

''کسی کے کہنے، سننے سے کوئی فرق پڑتا ہے تو وہ صرف اور صرف آپکی اولاد کو، ورنہ آپ کی زندگی میں تو بس عیاشی، انجوائے منٹ اور اسکینڈلز ہونے چاہیے، چاہے اسکی کوئی بھی قیمت ادا کرنی پڑے۔۔۔'' اس نے ماں کو آئینہ دیکھانے کی کوشش کی۔

''یہ کیا فضول باتیں کر رہی ہو تم۔۔۔'' وہ ہلکا سا جھنجھلائیں۔

''میری فضول باتیں آپ کو نظر آرہی ہیں، کبھی اپنی فضول حرکتیں نظر نہیں آئیں۔؟ کیوں کرتی ہیں آپ ایسا۔۔۔؟ بس کر دیں خدا کے لیے اب بس کر دیں۔''

رومیصہ نے مشتعل انداز سے ماں کے سامنے ہاتھ جوڑے۔۔

اسی لمحے شہر زاد کی گاڑی گھر میں داخل ہوئی، وہ نہیں جانتی تھی کہ ایک نیا ہنگامہ اسکا منتظر ہے۔ وہ تھکے تھکے انداز سے سیٹنگ روم کی طرف بڑھی۔

''کیوں خود کو تماشا بنا رہی ہیں آپ ساری دنیا کے سامنے۔۔۔؟'' رومیصہ کی مشتعل آواز باہر تک آئی تو شہر زاد کو دھچکا لگا۔

بہت عرصے بعد ٹینا ہاوس کے در و بام نے رومیصہ کے چیخنے کی آواز سنی تھی۔ ایک لمحے کو تو شہر زاد کو بھی یوں لگا جیسے وہ کسی اور کے گھر آ گئی ہو۔

اس نے جیسے ہی لاؤنج کا گلاس وال دروازہ اندر کی طرف دھکیلا، سامنے رومیصہ سرخ چہرے کے ساتھ ٹینا بیگم کے عین سامنے کھڑی تھی اور اسکی آنکھوں میں اشتعال، غصّہ اور ناراضگی کے ملے جلے تاثرات تھے۔

دوسری طرف ٹینا بیگم جھنجھلائی ہوئی سر پکڑے کاؤچ پر بیٹھیں ہوئیں تھیں اور شہرزاد کے لیے زیادہ پریشانی کی بات رومیصہ کا چیخنا نہیں بلکہ ٹینا بیگم کا خاموش ہونا تھا، تبھی وہ لپک کر ان کے پاس گئی۔۔۔

''کیا ہوا امام۔۔۔؟؟؟''شہرزاد نے گھبرا کر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''ان سے کیوں پوچھ رہی ہو، یہ کیا بتائیں گی تمہیں۔؟''رومیصہ نے سائیڈ میز پر رکھا ایک انگلش اخبار اٹھا کر شہرزاد کے سامنے اچھالا۔ اخبار کے صفحات کارپٹ پر بکھر گئے۔۔۔

''ذرا دیکھو ان کے چٹ پٹے قصّے، دوبارہ سے اخبارات کی زینت بننے لگے ہیں۔ پتا نہیں انہیں سکون کیوں نہیں آتا۔۔''

رومیصہ متنفر انداز میں گویا ہوئی۔

شہرزاد نے ایک نظر زمین پر گرے اخبار پر ڈالی، سامنے ٹینا بیگم اور سیف الرحمن کی کسی پارٹی کے دوران بے تکلفانہ انداز میں کھینچی ہوئی تصویر سے اسے سارا معاملہ سمجھ میں آ گیا تھا اس نے بہت تیزی سے خود کو سنبھالا۔۔

''ہاں تو کیا ہے۔۔۔؟''شہرزاد نے اپنے مخصوص متحمل انداز میں رومی کی طرف دیکھا۔ ٹینا بیگم پریشان انداز میں ایک سائیڈ پر رکھے کاؤچ پر یوں بیٹھی ہوئیں تھیں جیسے موضوع گفتگو ان کی ذات نہیں کوئی اور ہو۔۔۔

''تمہارے نزدیک یہ کچھ نہیں ہے۔۔۔''رومیصہ نے غصّے سے اخبار کی طرف اشارہ کیا۔

''ماما کا شوبز سے تعلق ہے، سیلبریٹیز کے فیشن شوز کنڈکٹ کرواتی ہیں، ایسے لوگوں کے پیچھے تو میڈیا ویسے ہی ہاتھ دھو کر پڑا رہتا ہے۔۔''شہرزاد نے شعوری طور پر ماں کا دفاع کرنے کی کوشش کی اور ٹینا بیگم کی سانس بحال ہوئی۔۔

''تم کہہ سکتی ہو، کیونکہ تمہارے ساتھ وہ سب کچھ نہیں ہوا، جو اس گھر میں صرف اور صرف ان کی وجہ سے میرے ساتھ ہوا۔۔''رومیصہ نے نفرت بھری نگاہوں سے اپنی ماں کو گھورا، جن کا چہرہ ایک دم فق ہوا تھا۔

''کیا ہوا تھا تمہارے ساتھ۔۔۔؟''شہرزاد اپنے ازلی متحمل انداز میں اسکے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

''سن سکو گی۔؟ اتنا حوصلہ ہے تم میں۔۔۔؟''رومیصہ نے استہزائیہ انداز سے اپنی بہن کا پر سکون چہرہ دیکھا۔۔

''ہاں ہے۔۔۔بولو۔۔۔۔''

''رہنے دو، یہ جن کی تم آج طرفداری کر رہی ہو ناں، ان کا بھیانک چہرہ کھل کر سامنے آ جائے گا تمہارے۔۔''رومیصہ نے نفرت بھری ایک نگاہ ٹینا بیگم پر ڈالی تو شہرزاد نے گھبرا کر اپنی ماں کی طرف دیکھا، جو نظریں چرائے بیٹھی تھیں۔۔

''رومی، میں نے کہاناں، تم بتاؤ، آخر مجھے بھی توپتا چلے۔۔۔''اس نے فکر مند انداز سے اپنی بہن کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''میرا سارا بچپن، میری معصومیت، میری ساری خوشیاں چھین لیں۔۔۔''وہ بولتے بولتے ایک دم رو پڑی، شہر زاد کے دل کو کچھ ہوا۔۔۔

''کس نے۔۔۔؟؟؟''شہر زاد کے حلق سے پھنسی ہوئی آواز نکلی۔۔

''پوچھو ان سے، انہیں سب پتا ہے۔۔۔''رومیصہ کا لہجہ زہر آلود تھا۔

''نہیں، تم بتاؤ مجھے۔۔۔''شہر زاد کا دماغ ایک دم بھک کر کے اڑا۔

''ان کے سابقہ شوہر ہارون رضا نے کیا، کیا تھا میرے ساتھ۔۔؟ پوچھو ان سے۔۔''الفاظ نہیں خنجر کی تیز دھار تھی جو شہر زاد کے پورے وجود کو کاٹتی ہوئی چلی گئی۔ شہر زاد کو اپنی سانس تنگ پڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''اس کے باوجود بھی انہوں نے نہیں چھوڑا اس بدبخت شخص کو۔۔۔''رومیصہ کی بات پر شہر زاد یوں ساکت ہوئی جیسے اس کے تن سے روح نکل گئی ہو۔

رومیصہ کی پیچیدہ شخصیت کی ایک گرہ بہت بدصورت انداز میں اس کے سامنے کھلی تھی اور اسے پہلی دفعہ اپنی بہن پر بُری طرح سے رحم آیا۔ شہر زاد کا دل بے آواز ہی ٹوٹ گیا۔۔۔

''مام۔۔۔۔''صدمے سے شہر زاد کے لفظ اسکے تالو سے چمٹ گئے۔

ٹینا بیگم اس وقت کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح بیٹھی تھیں۔ ان کے لبوں پر خاموشی کی مہر ثبت تھی اور ان کے جھکے ہوئے سر نے شہر زاد کو باور کروا دیا تھا کہ رومی کا ایک ایک لفظ سچائی پر مبنی ہے، اس نے تو آج اپنی بہن کو جلتے ہوئے کوئلوں پر لا کھڑا کیا تھا۔

''ایسا نہیں ہے شیری، اسی واقعے کے بعد میں نے ہارون رضا کو گھر سے نکالا تھا۔۔''انہوں نے بوکھلا کر اپنی صفائی دینے کی کوشش کی، شہر زاد کو یاد آیا جب وہ پاکستان آئی تھی تو تب ہارون علیحدہ گھر میں شفٹ ہو چکے تھے۔

''لیکن اس درندے کا اپنے گھر میں آنا تو بند نہیں کیا تھاناں آپ نے۔۔۔''رومی نے لفظوں کا ایک اور چابک ان پر برسایا۔

''وہ شوہر تھا میرا، میں نہیں روک سکتی تھی اسے۔۔''ان کے ہر انداز میں بے بسی کا رنگ غالب تھا۔

''آپ کی جگہ میں ہوتی تو اس شخص کے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہ کرتی۔۔۔''رومی متنفر انداز میں کہتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

''ٹرسٹ می شیری، میں نے بہت لعن طعن کی تھی اور دوبارہ اس شخص کو اپنے گھر میں رات رکنے کی کبھی اجازت نہیں دی

۔۔"انہوں نے لپک کر شہر زاد کا ہاتھ پکڑ کر اسے صفائی دینے کی کوشش کی، لیکن شہر زاد خود بھی اس وقت حواسوں میں نہیں تھی، وہ آہستگی سے ان کا ہاتھ پیچھے کر کے سیٹنگ روم سے باہر نکل آئی۔

اسے اپنے ہی گھر میں گھٹن کا شدید احساس ہو رہا تھا، اسے لگا کہ وہ دو منٹ بھی اس چھت کے نیچے کھڑی رہی تو اسکا دم گھٹ جائے گا۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اوائل جنوری کے دن تھے اور شام ڈھلے ہی دامن کوہ کے پہاڑوں پر تیرگی کا بسیرا ہو جاتا۔۔

رات کے نو بج رہے تھے اور دامن کوہ پکنک پوائنٹ پر اکا دکا لوگ یا پھر سیکورٹی گارڈز ہی موٹے اونی کوٹ پہنے گھوم رہے تھے۔

بے تحاشا سردی کی شدت نے لوگوں کو اپنے گھروں تک محدود کر دیا تھا۔۔۔

شہر زاد نے ہلکا سا سویٹر پہنا ہوا تھا اور وہ موسموں کی شدت سے بے نیاز صدمے بھرے انداز میں سنگ مرمر کے بینچ پر تنہا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے دماغ میں رومیصہ کے جملوں نے ایک بھونچال برپا کر رکھا تھا۔

اسے پہلی دفعہ ماں بیٹی کے رشتے میں موجود نفرت کی دیوار کے پار کھڑی بدصورت سچائی نظر آئی تھی، اور وہ جو ہمیشہ رومیصہ کو بدتمیز، بدلحاظ اور ناسمجھ سمجھتی تھی، اس کے وہم و گمان کی آخری سرحدوں پر بھی نہیں تھا کہ وہ اپنے ساتھ اس قدر خوفناک ماضی لیے گھومتی ہو گی۔۔۔

ہارون رضا اسکی توقع سے کہیں زیادہ گھٹیا اور گرا ہوا انسان نکلا تھا۔۔۔

"میرا سارا بچپن، میری معصومیت، میری ساری خوشیاں چھین لیں۔۔۔"شہر زاد کو جیسے ہی رومی کا یہ جملہ یاد آیا اسکا دل گویا کسی شکنجے میں کسا گیا۔

"تم کہہ سکتی ہو، کیونکہ تمہارے ساتھ وہ سب کچھ نہیں ہوا، جو اس گھر میں صرف اور صرف ان کی وجہ سے میرے ساتھ ہوا۔"رومی کی اس بات پر اسے مارگلہ کی ساری پہاڑیاں اپنے اوپر گرتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

انتہائی سرد موسم میں اسے وہاں اکیلے بیٹھے ہوئے پورے چالیس منٹ ہو چکے تھے لیکن دل و دماغ ابھی تک اس شاک سے باہر نہیں نکلا، ایسے لگتا تھا جیسے زندگی میں کوئی بھونچال سا آ گیا ہو، جس نے ہر چیز کو تہس نہس کر کے رکھ دیا ہو۔۔

رومیصہ جس قیامت سے آج سے کئی سال پہلے گذری تھی وہ شہر زاد کے وجود میں آج قطرہ قطرہ بن کر داخل ہو رہی تھی۔ اس زہریلی سچائی نے اسکے سارے وجود کو نیلا کر دیا تھا۔ دل و دماغ کسی کھولن کی زد میں تھا اور آنسو بغاوت پر اترے ہوئے۔۔۔

دامن کوہ کی سرسبز پہاڑیوں پر رات اپنا بستر بچھا چکی تھی، اور ہر طرف گہری تاریکی کا راج تھا، دور کہیں گھنے درختوں میں گیدڑوں اور بندروں کے بولنے کی آوازیں رات کے سناٹے میں عجیب سا تاثر پیدا کر رہی تھیں۔

شہزاد اس وقت، رات کی تاریکی، موسموں کی شدت اور جنگلی جانوروں کے خوف سے بے نیاز تھی۔ پر اسرار خاموشی میں سیل فون کی آواز اسے حقیقت کی دنیا میں لے آئی، دوسری طرف ہم زاد تھا۔

''ہیلو۔۔۔!!!'' شہزاد کا گلوگیر لہجہ دوسری طرف ہم زاد کو بے چین کر گیا۔

''تم رو رہی ہو شہزاد۔۔۔؟''

''نہیں تو۔۔۔'' اس نے اپنے بازو کی پشت سے بیدردی سے اپنے آنکھوں کو رگڑ کر صاف کیا۔ دنیا میں یہ واحد شخص تھا جس کے سامنے وہ لاکھ پردوں نہاں ہو کر بھی عیاں ہوتی تھی۔ اب اس نے اسکے سامنے چھپنا ہی چھوڑ دیا تھا۔

''کیا ہوا شہزاد۔۔۔؟ تم رو کیوں رہی ہو۔؟ پلیز بتاؤ مجھے۔۔۔۔''

''مجھے ضرورت ہے تمہاری۔۔۔'' وہ نہ چاہتے ہوئے بھی رو پڑی اور دوسری طرف ہم زاد کو لگا جیسے کسی نے اسکا دل کاٹ کر خنجر کی نوک پر رکھ دیا ہو۔ اس کا پورا وجود یوں لرز رہا تھا جیسے آندھی کی زد میں آیا ہوا کوئی خشک گھاس کا تنکا ہو۔

''کہاں ہو تم۔۔۔؟''۔ وہ مضطرب ہوا۔

''دامن کوہ میں۔۔۔''

''اس وقت۔۔۔؟'' وہ اچھا خاصا پریشان ہوا۔ ''ٹیک اٹ ایزی پلیز، میں آ رہا ہوں۔۔۔''

ہم زاد نے فون بند کیا اور شہزاد نے ایک لمبی سانس بھر کر اپنے اندر کی گھٹن کو باہر نکالنے کی کوشش کی۔

ابھی اسے فون پر بات کیے دو ہی منٹ ہوئے تھے، جب اس نے رات کے اندھیرے میں دامن کوہ کے بلند بالا درختوں میں دو لوگوں کو ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے دیکھا، شہزاد گھبرا کر کھڑی ہو گئی، اسی وقت فضاؤں میں گولی کے چلنے کی آواز کے ساتھ انسانی چیخ گونجی اور ساتھ ہی درختوں پر موجود پرندے خوفزدہ انداز میں فضاؤں میں اڑے۔

شہزاد بینچ سے اٹھ کر بے ساختہ ایک موٹے سے درخت کی آڑ میں کھڑی ہو گئی، فضاؤں میں چونکہ تاریکی کا راج تھا لیکن چاند کی روشنی میں اس نے دیکھا، وہ کوئی دو تین لمبے تڑنگے مرد تھے، جو درختوں سے نکل کر سامنے آئے۔۔۔

''ہی از نو مور، لیٹس موو۔۔۔'' ایک مرد زور سے چیخا اور ساتھ ہی فضا میں بھاگتے دوڑتے قدموں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ شہزاد بھی گھبرا کر اٹھی اسکی چھٹی حس کسی بڑے خطرے کی گھنٹی بجا چکی تھی۔

دامن کوہ کے سارے ریسٹورنٹ اس وقت بند تھے اور اکا دکا روشنیاں ہی دکھائی دے رہی تھیں، وہ بوکھلائی ہوئی درختوں کے

درمیان بنی ہوئی ایک چھوٹی سی روش پر پر تیز تیز چلنے لگی، اندھیرے میں اسکا پاؤں کئی دفعہ الجھا لیکن اس نے اپنے حواس قابو میں رکھے۔

شہرزاد کو درختوں میں چھپے ہوئے جنگلی جانوروں کا بھی خوف تھا کہ کوئی اس پر اچانک حملہ نہ کر دے اور سیل فون کی روشنی کسی کو بھی اس کی موجودگی سے آگاہ کر سکتی تھی، اس لیے وہ چاند کی مدھم روشنی میں خوفزدہ انداز کے ساتھ پارکنگ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

رومیصہ والا سارا معاملہ کچھ لمحوں کے لیے اس کے ذہن سے بالکل نکل گیا، اسے اپنی بے وقوفی کا شدت سے احساس ہوا کہ اسے رات کے اس پہر یہاں اکیلے آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔۔۔

''ایک نوجوان کا قتل ہوا ہے، اللہ جانے کون ہے بیچارہ۔۔'' وہ جیسے ہی پارکنگ میں پہنچی، اس نے کچھ سیکورٹی گارڈز کو بھاگ کر جائے وقوعہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ اتنے میں ایک سیکورٹی گارڈ کی نظر شہرزاد پر پڑی، وہ ٹھٹک کر رکا اور مشکوک نگاہوں سے اسکی طرف دیکھنے لگا۔

''بی بی آپ یہاں کیا کر رہی ہیں۔۔۔؟''

''میں اوپر گرل کے پاس بیٹھی تھی اور گولی چلنے کی آواز سن کر بھاگی ہوں وہاں سے۔۔۔'' شہرزاد خود کو سنبھال چکی تھی۔

''آپ نے دیکھا، کون لوگ تھے وہ۔۔؟''

''نہیں، میں نے صرف آواز سنی تھی۔۔۔۔'' شہرزاد پر اعتماد لہجے میں کہہ کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھی۔

اس کے پر اعتماد انداز پر سیکورٹی گارڈ تھوڑا مطمئن ہوا اور جب وہ اپنی گاڑی چلا کر دامن کوہ سے نیچے کی طرف جا رہی تھی تب اس نے پولیس کی ایک وین کو اوپر جاتے ہوئے دیکھا۔

وہ جیسے ہی اپنی اسٹریٹ میں داخل ہوئی، اسکے سیل فون پر ہم زاد کا نمبر بلنک ہوا۔ اس نے کال اٹینڈ کی، دوسری طرف وہ فکر مند لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

''کہاں ہو تم۔۔۔۔؟ یہاں منسٹر عنایت اللہ کے بھانجے کا مرڈر ہوا ہے ابھی ابھی۔۔۔''

''ہاں، میں اسی وجہ سے آگئی ہوں واپس۔۔۔'' شہرزاد کی بات سن کر ایک اطمینان بھرا سانس اسکے حلق سے برآمد ہوا۔

''تھینکس گاڈ۔۔۔ تم ٹھیک ہو ناں۔۔۔؟'' اسکے لہجے میں کئی اندیشے اور وہم پنہاں تھے۔۔

''ہاں، اب ٹھیک ہوں۔۔'' اس نے ٹینا ہاؤس کے گیٹ پر پہنچ کر ہارن دیا۔۔۔

''میرے لیے کیا حکم ہے۔؟ ٹینا ہاؤس آجاؤں کافی پینے یا واپس چلا جاؤں۔۔۔'' ہم زاد کی شوخی لوٹ آئی۔

''واپس چلے جانا ہی بہتر ہے اب آپ کے لیے۔۔۔'' شہرزاد اپنے گھر کے پورچ تک پہنچ چکی تھی۔

''اوکے، لیکن رات کو مجھ سے تفصیل سے بات کرنی ہے تم نے۔۔'' وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تو شہرزاد نے فوراً اثبات میں سر ہلا کر اسے اطمینان دلایا اور فون بند کر دیا، وہ ایک دفعہ پھر اسی جگہ پر پہنچ چکی تھی جہاں آج اس پر زندگی کی سب سے بدصورت حقیقت کا ادراک ہوا تھا، پورے گھر پر سناٹے کا راج تھا، ٹینا بیگم اور رومی دونوں ہی اپنے کمروں میں جا چکیں تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

طوبیٰ پچھلے ایک گھنٹے سے پورے گھر میں بولائی ہوئی پھر رہی تھی۔۔۔

داجی کے کمرے میں ہونے والی میٹنگ خاصی طویل ہو چکی تھی اور باہر سردی کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ شاہ میر سے ملنے کا وعدہ تو کر چکی تھی لیکن اب وہ اسے اپنی زندگی کی سب سے بڑی بے وقوفی لگ رہی تھی۔

''کوئی مسئلہ ہے تمہارے ساتھ۔۔۔'' مونگ پھلیوں کی پلیٹ گود میں رکھے بیٹھی نمیرہ نے طنزیہ انداز سے اسکی طرف دیکھا۔

''نن نہیں تو۔۔۔'' وہ بوکھلا کر اوپر والے پورشن میں آگئی اور اس نے کچھ سوچ کر پچھلے لان کی طرف جاتی ہوئی سیڑھیوں کے استعمال کا سوچا، وہ ایک لمبا چکر کاٹ کر جب گیٹ پر پہنچی تو چوکیدار نے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا، لیکن پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔

پورا مری اس وقت اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا، بجلی کا کوئی بڑا بریک ڈاؤن ہوا تھا اس لیے گھروں اور دکانوں میں ہر طرف جنریٹروں کے چلنے کی آوازیں تھیں، اور تازہ ترین ہونے والی برف باری کی وجہ سے سڑکوں پر پھسلن بھی کافی زیادہ تھی۔

''شاہ میر کے بچے نے کس مصیبت میں ڈال دیا۔۔'' وہ دل ہی دل میں اسے کوستی ہوئی مال روڈ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

اچانک ایک برف کی ڈھیری سے اسکا پاؤں پھسلا اور وہ دھڑام سے سڑک پر جا گری، کوئی نوکیلا پتھر اسکی کمر میں چبھا اور اسکا پاؤں بہت بُرے انداز سے مڑا اور اسکے منہ سے چیخ نکلی۔ وہ ٹھنڈی یخ نم سڑک پر بہت بے ہودا انداز سے گری تھی، اور یہ بھی شکر تھا کہ سامنے سے ہادی کی گاڑی نے اسے گرتے دیکھ کر بڑی مہارت سے بریک لگائی، ورنہ رات کے اندھیرے میں وہ انہی کی گاڑی کے نیچے آ کر کچلی جاتی۔۔۔

''اوہ مائی گاڈ، کیا ہوا آپ کو۔۔۔؟ وہ دونوں بوکھلا کر گاڑی سے اترے اور گاڑی کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں انہوں نے اسے پہچان بھی لیا تھا۔

''میرا پاؤں۔۔۔۔'' طوبیٰ درد کی شدت سے رو پڑی۔۔۔

''میرا خیال ہے، کوئی مسل pull ہوا ہے ان کا۔۔۔''ہادی نے فکر مند لہجے میں سعد سے کہا۔

''پھر تو ہوسپٹل لے جانا ہو گا ان کو۔۔۔''

''پلیز خاتون، آپ کو تھوڑی ہمت کرنا ہو گی۔۔۔''ہادی نے آگے بڑھ کر اسے سہارا دیا، وہ بمشکل کھڑی ہوئی، تکلیف کا احساس اس کے چہرے کے ایک ایک نقش سے نمایاں تھا اور وہ بار بار کراہ رہی تھی۔

ہادی اور سعد نے اسے اپنی گاڑی میں بیٹھایا اور پاس ہی ڈاکٹر کے کلینک پر لے گئے۔

''جتنی ان کو تکلیف ہے، مجھے تو یہ سیدھا سادھا فریکچر لگ رہا ہے، آپ کو ایکسرے کروانا ہو گا۔۔''اس وقت کلینک پر ڈاکٹر کا اسسٹنٹ موجود تھا، جس نے طوبیٰ کی چیخ و پکار کے دوران بمشکل ہی اسکے پاؤں کا جائزہ لیا تھا۔

''اب کیا کریں۔۔۔؟؟؟''ہادی نے پریشانی سے سعد کا چہرہ دیکھا۔

''آپ پلیز شاہ میر کو کال کریں میرے سیل فون سے، وہ آجائے گا۔۔۔''طوبیٰ نے بازو کی پشت سے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

''کہاں ہے آپکا فون۔۔۔۔؟''سعد نے حیرانگی سے پوچھا۔

''اوہ مائی گاڈ، میرا کلچ کہاں ہے۔۔۔؟''طوبیٰ نے بوکھلا کر دائیں بائیں ہاتھ مارا۔

''میں نے تو ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی تھی آپ کے ہاتھ میں۔۔۔''سعد کے اس جملے نے طوبیٰ کی پریشانی کو بڑھا دیا۔

''میرا خیال ہے، وہیں گر گیا ہے وہ۔۔۔''طوبیٰ نے گھبرا کر اپنا سر پکڑ لیا۔

''کوئی بہت قیمتی چیز تھی اس میں۔۔۔؟''ہادی نے اسے روتے دیکھ کر گھبرا کر کہا۔

''نہیں، بس میرا سیل فون اور پیسے تھے کچھ۔۔۔۔''

''میرا خیال ہے ہادی، ہم لوگ انہیں گھر ہی چھوڑ آتے ہیں، راستے میں ان کا پرس بھی چیک کر لیں گے، کیا پتا مل جائے۔''سعد نے رسٹ واچ سے ٹائم دیکھا، رات کے آٹھ بج رہے تھے۔۔۔۔

کمپاؤڈر نے طوبیٰ کے پیر کی بینڈیج کر دی تھی لیکن وہ اتنا سوج چکا تھا کہ اب جوتے میں آنا ناممکن تھا، سعد اور ہادی نے اسے سہارا دے کر دوبارہ گاڑی میں بیٹھایا۔ راستے میں انہوں نے رک کر طوبیٰ کا پرس بھی تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن وہ شاید کسی کے ہاتھ لگ چکا تھا کیونکہ طوبیٰ کا نمبر بند جا رہا تھا۔

''آپ پلیز مجھے گھر چھوڑ دیں۔۔''طوبیٰ کو پاؤں میں تکلیف کا احساس بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

سعد کی گاڑی جیسے ہی میر ہاؤس کے سامنے پہنچی، پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی طوبیٰ نے جیسے ہی اپنے لان کا منظر دیکھا، اس کا اوپر کا

سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ وہ بے ساختہ پیچھے کو ہو کر بیٹھ گئی۔۔

سڑک چونکہ اونچائی پر تھی، اور گھر خاصی ڈھلوان پر تھا اس لیے باہر سے اندر کا منظر صاف نظر آتا تھا، داجی اس وقت برآمدے میں لکڑیاں جلائے، کچھ مردوں کے ساتھ براجمان تھے، اور یہ کسی صورت بھی ممکن نہیں تھا کہ طوبیٰ گیٹ سے اندر داخل ہوتی اور داجی اور مہمانوں کی نظروں سے بچ جاتی۔

''پلیز گاڑی اپنے گھر لے جائیں۔۔۔''طوبیٰ نے بوکھلا کر کہا اور ہادی اور سعد بھی ایک لمحے میں ساری سچوئشن سمجھ گئے۔

''لیکن آپ ہمارے گھر جا کر کیا کریں گی۔۔۔؟'' ہادی کو فطری سی پریشانی نے گھیرا۔

''میں پچھلی سائیڈ والے لان سے کود کر اندر چلی جاؤں گی، لیکن پلیز آپ لوگ چلیں یہاں سے، ورنہ داجی میرے ساتھ ساتھ آپکو بھی گولی مار دیں گے۔''طوبیٰ کی یہ بات سن کر سعد نے بوکھلا کر دوبارہ گاڑی اسٹارٹ کی۔

وہ لوگ جیسے ہی ہادی کے پورچ میں پہنچے، آسمان پر کڑکتی بجلیوں کو جوش آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے بارش کے ساتھ برف کے ننھے ننھے سے گولے بھی پوری قوت سے زمین پر گرنے لگے۔ مری کا موسم اچانک ہی پلٹا کھاتا تھا۔

''آپ کیسے جائیں گی اپنے گھر، کیونکہ پچھلے لان میں تو ویسے ہی برف کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔''سعد نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے پریشانی سے مڑ کر اس کی طرف دیکھا جو پچھلی سیٹ پر سکڑی ہوئی بیٹھی تھی۔ نم آلود سڑک اور برف پر گرنے سے اسکا لباس گیلا ہو گیا تھا۔ جس سے سردی کی شدت کا احساس بھی بڑھ گیا تھا۔

''آپ پلیز اپنا سیل فون دیں ذرا۔۔۔''طوبیٰ اب درشہوار سے مدد مانگنے کا فیصلہ کر چکی تھی، ہادی نے اپنا فون اسکی طرف بڑھایا۔

طوبیٰ نے تیزی کے ساتھ درشہوار کا نمبر ڈائل کیا، جو پہلی ہی بیل پر اٹھا لیا گیا، دوسری طرف درشہوار کی آواز میں شدید حیرت تھی، جس سے طوبیٰ کو اندازہ ہو گیا کہ اس کے پاس ہادی کا نمبر پہلے سے محفوظ تھا۔۔

''درشہوار، یہ میں ہوں طوبیٰ۔۔۔!!!'' وہ دبے دبے لہجے میں بولی۔

دوسری طرف موجود درشہوار کو ہادی کے سیل فون سے آنے والی طوبیٰ کی آواز نے ٹھیک ٹھاک شاک لگایا تھا، وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔ یہ تو خیریت تھی کہ وہ اسوقت اپنے کمرے میں اکیلی تھی۔

''اوہ مائی گاڈ، تم ہادی کے گھر پہنچی ہوئی ہو بے غیرت، مجھے کیوں نہیں بتایا۔۔۔''درشہوار چیخ کر بولی اور سیل فون کا والیوم فل ہونے کی وجہ سے گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہادی اور سعد نے اسکا یہ جملہ مکمل ہوش و حواس کے ساتھ سنا تھا۔ ہادی کے چہرے پر ناگواری کا تاثر ابھرا۔

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایتُ اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

http://paksociety.com

''بکواس بند کرو، مجھے شاہ میر نے بلوایا تھا کوئی ضروری بات کرنے کے لیے۔۔''

''پڑوس میں۔۔۔؟ ہادی کے گھر۔۔۔؟'' در شہوار شاکڈ لہجے میں گویا ہوئی۔۔

''تم اپنی زبان بند کر کے سکون سے میری بات نہیں سن سکتیں دو منٹ کے لیے۔۔۔''طوبیٰ جھنجھلاسی گئی۔

''ہاں بولو، ہمہ تن گوش ہوں میں۔۔۔''

''میرو نے بلوایا تھا مجھے جی پی او چوک پر۔۔۔''اس نے قدرے آہستگی سے کہا۔

''پھر۔۔۔؟'' در شہوار نے بے تابی سے پوچھا

''سڑک پر پھسلنے سے میرا پاؤں زخمی ہو گیا تھا یار اور شکر ہے یہ لوگ راستے میں مل گئے مجھے۔۔۔''

''تو پھر گھر آتی ناں ڈاریکٹ۔۔۔''در شہوار نے بیزاری سے کہا۔

''بے وقوف لڑکی، سامنے والے بر آمدے میں داجی پنچایت سجائے بیٹھے ہیں۔ کیسے آؤں میں گھر۔۔۔؟ طوبیٰ نے اپنی پریشانی بتائی۔

''جب میرے بغیر جاؤ گی تو ایسا تو ہو گا ہی اور میرو بھیا کو تو میں پوچھوں گی۔۔''دوسری طرف در شہوار کو غصّہ آ گیا۔

''بعد میں پوچھتی رہنا، لیکن پلیز مجھے نکالو یہاں سے کسی طرح، مجھ سے تو ایک قدم بھی نہیں چلا جا رہا۔۔''طوبیٰ کی پریشان آواز پر اسے ترس آ ہی گیا۔

''اس وقت تم ہو کہاں۔۔؟؟؟'

''ہادی بھائی کے پورچ میں۔۔۔''

طوبیٰ نے جیسے ہی ہادی کا نام لیا، در شہوار کے کان کھڑے ہو گئے اور اب اسے وہاں پہنچنے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی تھی۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

''بے وقوف انسان، اپنے گھر کی لڑکیوں کو کون بلواتا ہے اس طرح اکیلے۔۔۔؟؟؟''

ارسل سیل فون پر شاہ میر سے بات کرتے ہوئے ایکدم غصّے میں آیا، کیونکہ شاہ میر نے دو گھنٹے طوبیٰ کا انتظار کرنے اور اسکا فون مسلسل آف جانے کی وجہ سے گھبرا کر ارسل کو کال کر دی تھی، جو سارا قصّہ سننے کے بعد اچھا خاصا بوکھلا گیا تھا۔

''یار برتھ ڈے تھا کل اس کا، سوچا تھا وش کر کے گفٹ دے دوں گا اسے۔۔''شاہ میر نے شرمندگی سے جواب دیا۔

''اب وہی گفٹ ہار میں پرو کر اپنے گلے میں لٹکا لو۔۔''ارسل نے جل کر کہا۔

''تم چوکیدار سے جا کر تو پوچھو۔۔''شاہ میر نے پریشانی سے اسے مشورہ دیا۔

''تمہاری پہلی کال کے بعد یہی کیا تھا میں نے۔۔''ارسل نے بیزاری سے مزید وضاحت کی۔''گھر کا ایک ایک کمرہ دیکھ لیا اور چوکیدار سے پوچھا تو پتا چلا وہ دو گھنٹے پہلے گھر سے اکیلی نکلی تھی۔۔''

''اوہ مائی گاڈ، لیکن کہاں گئی وہ۔۔؟''شاہ میر کے ہاتھوں کے بھی طوطے اڑائے۔۔

''تم کہاں ہو اب۔۔؟''ارسل نے الجھ کر پوچھا۔

'اپنے گھر کی باہر والی روڈ پر، گھر سے جی پی او تک کا سارا راستہ دو دفعہ دیکھ آیا ہوں، لیکن وہ تو کہیں بھی نظر نہیں آئی مجھے۔۔''شاہ میر نے پریشانی سے کہا۔

''سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس نے اپنا سیل فون کیوں آف کر رکھا ہے۔۔''ارسل کو بھی تشویش لاحق ہوئی۔

''یار ارسل، مجھے سخت ٹینشن ہو رہی ہے۔۔کوئی حادثہ نہ ہو گیا ہو اسکے ساتھ۔۔''

''اللہ نہ کرے، تم یہیں رکو، میں باہر آتا ہوں، ایک دفعہ دونوں دوبارہ دیکھ کر آتے ہیں۔۔''

''چھتری لے آنا، باہر بہت تیز بارش ہو رہی ہے۔۔''شاہ میر نے فکر مند انداز میں کہہ کر کال کاٹ دی۔

دوسری طرف اب ارسل بھی ٹھیک ٹھاک پریشان ہو چکا تھا، اور یہ بات بھی ایسی تھی جو وہ گھر میں کسی سے شئیر نہیں کر سکتا تھا کیونکہ شاہ میر کے گھر چھوڑنے کے بعد حالات خاصے سرد چل رہے تھے۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تیز موسلا دھار بارش اور برف کے اولوں نے زمین پر ایک اودھم مچا رکھا تھا۔

جسم کو کاٹتی ہوئی سرد ہواؤں نے ایک دفعہ تو درشہوار کے ہوش ٹھکانے لگا دیئے، وہ جو اپنی طرف سے ٹارزن بن کر گھر سے نکلی تھی، میر ہاؤس اور ہادی کے گھر کے درمیان کی منڈیر عبور کر کے جب وہاں پہنچی تو اچھی خاصی بارش میں بھیگ چکی تھی، اسکا جسم باقاعدہ کانپ رہا تھا۔

مجبوراً ہادی اور سعد کو انہیں پورچ سے سیٹنگ روم میں لانا پڑا، جہاں آتش دان جلنے کی وجہ سے ماحول کافی گرم تھا اور درشہوار کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ آتش دان کے اندر گھس کر بیٹھ جائے۔۔

''یہ کافی پیئیں گرم گرم۔۔۔''سعد نے مسکراتے ہوئے چھوٹی سی ٹرے ان دونوں کے آگے رکھی۔

ہادی، درشہوار اور طوبی کو مکمل طور پر نظر انداز کیے ایک سائیڈ پر رکھے صوفے پر بیٹھا، اپنے سیل فون پر مصروف تھا اور درشہوار بار بار کنکھیوں سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی، اور کیسے ممکن تھا کہ ہادی اسکی اس حرکت کو نوٹ نہ کرتا۔ وہ کوفت بھرے

انداز میں دو دفعہ پہلو بدل چکا تھا۔۔

''گھر کیسے جائیں گے۔؟ باہر تو تیز بارش ہے۔۔۔'' طوبیٰ نے پریشانی سے درشہوار کی طرف دیکھا، جو اس وقت ایسے ریلکس انداز میں بیٹھی تھی جیسے اپنے کسی قریبی رشتے دار کے ہاں رہنے کے ارادے سے آئی ہو۔۔۔

''جب تک بارش نہیں رکتی، میں تو ہرگز نہیں جاؤں گی۔۔۔''

درشہوار کے بلند آواز میں کیے گئے اعلان پر ہادی نے گھبرا کر سعد کی طرف دیکھا۔ جیسے کہہ رہا ہو کہ اس لڑکی کا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔

''بارش اگر صبح تک نہ رکی تو کیا یہیں بیٹھے رہیں گے۔۔۔؟'' طوبیٰ نے ہلکا سا جھنجھلا کر دبے دبے انداز میں کہا۔

''ذرا باہر نکل کر دیکھو، لگ پتا جائے گا، مجھے نمونیا کروانے کا کوئی شوق نہیں۔۔'' اس نے کمال بے نیازی سے جواب دیا۔

''تم ارسل کو فون کرو، وہ گاڑی لے کر آ جائے گا۔۔۔'' طوبیٰ نے ہلکا سا سوچ کر مشورہ دیا۔

''گاڑی لے کر نہیں داجی کا پسٹل لے کر آئے گا، میرا بھری جوانی میں فوت ہونے کا کوئی ارادہ نہیں۔۔۔'' اسکی شوخی ہادی کو سخت ناگوار گذری۔

''مس طوبیٰ ٹھیک کہہ رہی ہیں، آپکو فون کر لینا چاہیے ارسل کو۔۔۔'' سعد نے ہلکا سا جھجک کر مشورہ دیا۔

''لیکن، میں کیا کہوں گی اس سے۔۔۔'' درشہوار شش و پنج کا شکار ہوئی۔

''وہی جو اصل بات ہے، حادثہ تو کہیں بھی اور کسی کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔'' اس دفعہ جواب خلاف توقع ہادی کی طرف سے آیا تھا اور اس بات کے بعد تو درشہوار کا سوچنا بنتا ہی نہیں تھا۔ اس نے کچھ سوچ کر ارسل کا نمبر ڈائل کیا، جو پہلی ہی بیل پر اٹھا لیا گیا۔

''ارسل کہاں ہو تم۔۔۔؟''

''شاہ میر کے ساتھ، اور تم کدھر ہو۔۔؟'' ارسل نے محتاط انداز میں پوچھا۔

''اپنے پڑوس میں، ہادی صاحب کے گھر۔۔۔۔''

''واٹ۔۔۔؟'' دوسری طرف ارسل کو شاک لگا۔

''زیادہ اوور ایکٹینگ کرنے کی ضرورت نہیں، طوبیٰ کے پاؤں میں فریکچر ہو گیا ہے شاید، وہ بھی ساتھ ہے میرے، اور اسی نے بلوایا تھا مجھے یہاں۔۔''

درشہوار کے ساتھ طوبیٰ کا نام سن کر دوسری طرف ارسل کے اعصاب کچھ پرسکون ہوئے۔

''اچھا، تم لوگ بیٹھو، ہم لوگ آرہے ہیں وہاں۔۔۔'' ارسل نے جلدی سے فون بند کیا۔

ٹھیک پندرہ منٹ بعد ارسل اور شاہ میر دونوں ہی ہادی کے سیٹنگ روم میں پہنچ چکے تھے اور شاہ میر خاصی پریشان نظروں سے طوبیٰ کی طرف دیکھ رہا تھا جو اس وقت منہ پھلائے بیٹھی تھی۔۔

''تمہیں واپس اپنے گھر جانا چاہیے تھا طوبیٰ۔۔۔'' شاہ میر نے دبے دبے انداز میں کہا۔

''ہزار دفعہ بتا چکی ہوں، سامنے داجی بیٹھے تھے، اور ان کے سامنے اس حالت میں جاتی تو اس وقت تم لوگ میری تدفین کی تیاریاں کر رہے ہوتے۔'' طوبیٰ اس دفعہ چڑ کر بولی اور ہادی اور سعد کے سامنے اس بات نے ارسل اور شاہ میر دونوں کو ہی خفت میں مبتلا کیا۔

''اچھا، اچھا، اب اتنے بھی ظالم نہیں ہیں وہ۔۔۔'' شاہ میر نے بات سنبھالنے کی کوشش کی، جو اسی کے گلے آن پڑی۔

''ظالم نہیں ہیں تو تمہیں گھر سے کیوں نکالا ہے ان سب نے مل کر۔۔۔'' وہ بیزاری سے گویا ہوئی، ہادی اور سعد دونوں کو سارا معاملہ سمجھ آگیا، جبکہ اس سچوئشن میں شاہ میر اور ارسل دونوں ہی طوبی کی باتوں پر کوفت میں مبتلا ہوئے۔۔

''فضول بولنا بند کرو، اور اٹھو۔۔۔'' ارسل کو حد درجہ شرمندگی ہو رہی تھی۔ کچھ بھی تھا، وہ لوگ ان کے پڑوسی تھے اور کسی بھی صورت حال میں وہ اپنے گھر کی خواتین کو کیسے ان دو اکیلے مردوں کے پاس زیادہ دیر تک بیٹھنے دے سکتے تھے۔

''میں کیسے چلوں۔۔۔؟'' طوبی نے بیزاری سے اپنے پیر کی بینڈیج کی طرف اشارہ کیا۔

''میرو کی گاڑی ہے، میں اندر تک چھوڑ آتا ہوں، کوئی پوچھے گا تو کہہ دوں گا میرے ساتھ تھیں تم دونوں۔'' ارسل نے سنجیدگی سے کہا۔

''لیکن گاڑی تک بھی کیسے جاؤں گی۔۔۔؟''

''میں اٹھا کر پھینک آؤں۔۔۔؟'' شاہ میر کو اس کا مسلسل بولنا کوفت میں مبتلا کر رہا تھا۔ اس دفعہ اس نے بھی بد لحاظی دکھائی۔ در شہوار نے تو ان دونوں کے بگڑے تاثرات دیکھ کر کان لپیٹ لیے تھے۔۔

''چلو اٹھو ہمت کرو، میں اور میرو بھیا سہارا دیتے ہیں تمہیں۔۔'' در شہوار نے اپنے بھائی کا خراب موڈ بھانپ لیا تھا۔

ارسل، فوراً سیٹنگ روم سے باہر نکلا، وہ شاہ میر کی گاڑی گھر کے اندر تک لے آیا، بارش رک چکی تھی، لیکن سرد اور خنک ہوائیں جسم کی ہڈیوں تک گھسی چلی آرہی تھیں۔ ہادی کے گھر کا دروازہ کھلا، طوبی، در شہوار اور شاہ میر کے سہارے بمشکل چلتی ہوئی گاڑی تک پہنچی، شاہ میر نے انتہائی احتیاط کے ساتھ اسے پچھلی سیٹ پر بیٹھایا۔ ارسل نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور در شہوار جھٹ سے اسکے ساتھ فرنٹ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔

''میں ادھر ہی ہوں، انہیں چھوڑ کر جلدی واپس آنا۔۔''شاہ میر نے گہری نظروں سے طوبی کا تپا تپا ہوا چہرہ دیکھتے ہوئے ارسل سے کہا۔

''شرافت سے مجھے نیا سیل فون لے کر بھیج دو، ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا۔۔''طوبیٰ نے کھڑکی کا شیشہ نیچے کر کے شاہ میر کو انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔

''وہ کس خوشی میں۔۔۔؟''شاہ میر کا موڈ کچھ بہتر ہوا۔ اس وقت ہادی اور سعد ان کے ساتھ موجود نہیں تھے۔

''تمہیں ہی ملنے کا شوق تھا، اچھا خاصا میرا معاشی اور جسمانی نقصان کروا دیا۔۔''طوبیٰ کے ناراض لہجے پر شاہ میر بے ساختہ ہنس پڑا۔

''ذرا باتیں سنو میڈم طوبیٰ کی، ان کا ''معاشی'' اور ''جسمانی'' نقصان ہو گیا ہے۔۔۔''شاہ میر نے شرارت سے ارسل کو اشارہ کیا اور نہ چاہتے ہوئے بھی ارسل کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کی، ایک دم شاہ میر کو کچھ یاد آیا۔۔۔

''ایک منٹ، ایک منٹ، ایک چیز تو رہ ہی گئی۔۔۔''شاہ میر نے جلدی سے اپنی جیکٹ کی جیب سے ایک چھوٹا سا لفافہ نکال کر طوبی کی طرف بڑھایا۔

''یہ لو، اسی کے لیے بلوایا تھا میں نے۔۔۔''

''یہ کیا ہے۔۔۔؟''اس نے کھا جانے والی نظروں سے شاہ میر کو دیکھا، جسکی گہری نظریں اسکے چہرے کا حصار کیے ہوئے تھیں۔

''تمہارا برتھ ڈے گفٹ۔۔۔۔''شاہ میر کے محبت بھرے انداز پر طوبیٰ کے چہرے کے تاثرات میں نمایاں تبدیلی آئی۔

''تھینک یو۔۔۔۔''وہ منہ بنا کر مسکرائی۔۔

''بھائی، خدا کے واسطے بس کر دیں، گھر سے کوئی نکل آیا تو شامت آ جائے گی ہماری۔۔۔''در شہوار نے اپنی طرف کا شیشہ نیچے کر کے ہلکا سا چڑ کر کہا، تو شاہ میر نے ارسل کو گاڑی چلانے کا اشارہ کیا۔

گاڑی کے باہر نکلتے ہی شاہ میر نے حسرت بھری نگاہوں سے اپنے گھر کی طرف دیکھا، جس کے دروازے اس کے لیے بند ہو چکے تھے اور اللہ جانے کب تک بند رہنے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

''ندرت امّی، آپ مانیں یا نہ مانیں، لیکن اندر کوئی بڑا فیصلہ ہو رہا ہے۔۔۔''

نمیرہ جو کہ داجی کے دروازے سے کان لگائے اندر کی گفتگو سننے میں ناکام ہو گئی تھی، وہ دبے پاؤں واپس پلٹ آئی اور اس

وقت ندرت امّی کے کمرے میں موجود انہیں بھڑکانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ شروع سے میر ہاؤس میں ندرت امّی کے ہی قریب تھی جو رشتے میں اسکی چھوٹی ممانی لگتی تھیں لیکن اس نے انابیہ اور طوبی کی دیکھا دیکھی انہیں ندرت امّی ہی کہنا شروع کر دیا تھا۔

''ہاں وہ تو جیٹھانی صاحبہ اور سوتن صاحبہ کے بلوانے پر ہی ماتھا ٹھنک گیا تھا میرا۔۔'' وہ بھی اس وقت تپی بیٹھی تھیں کہ اس اہم اجلاس میں شرکت کرنے کی انہیں دعوت نہیں دی گئی تھی۔

''بڑے ابا، آپ کے ساتھ تو اکثر ہی زیادتی کر جاتے ہیں۔۔'' نمیرہ نے بظاہر ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

''ہاں، انہوں نے خاقان صاحب کی دوسری شادی کو کہاں دل سے قبول کیا، تبھی تو سارے اہم موقعوں پر شارقہ کو آگے رکھتے ہیں۔'' ندرت امّی نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر مزید کہا۔۔ ''اللہ اولاد کے نام پر ایک بیٹی ہی دے دیتا، چلو پیر تو مضبوط ہو جاتے میرے۔۔''

''چھوڑیں ندرت امّی، دو بیٹیوں کی ماں بن کر شارقہ ممانی نے کون سا تیر مار لیا، خاقان ماموں تو آج بھی آپ کا ہی دم بھرتے ہیں۔۔'' اس نے ان کی دل جوئی کی خاطر کہا تو ایک استہزائیہ مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی۔۔

''چھوڑو بیٹا، خاقان صاحب کی طبعیت میں ٹھہراؤ کہاں، مزاج میں رنگینی کا عالم تو یہ ہے کہ اب تک تو انہیں خود اپنے ہی معاشقوں کی اصل تعداد بھول چکی ہو گی۔۔۔'' ندرت بیگم کو خاقان صاحب کی سیماب طبعیت بہت کھلتی تھی اور آج اسکا اظہار انہوں نے بھی کھلے لفظوں میں کر دیا تھا۔

اسی وقت ملازمہ ٹرے میں چائے کے دو کپ رکھے اندر داخل ہوئی۔ دونوں چپ کر گئیں۔

''بڑے ابا کے کمرے کا دروازہ کھلا کہ نہیں۔۔؟'' نمیرہ نے بے چینی سے پوچھا۔

''وہ سب تو چلے بھی گئے اسلام آباد۔۔'' ملازمہ کے جواب پر نمیرہ کے ساتھ ساتھ ندرت امّی کو بھی دھچکا لگا۔

''کچھ پتا چلا کہ کیا بات کر رہے تھے بڑے ابا۔۔؟'' نمیرہ نے دانستہ اپنا لہجہ سرسری بنا کر پوچھا، کیونکہ اتنا تو وہ بھی جانتی تھی کہ اس میٹنگ میں ملازمہ دو دفعہ اندر چائے اور قہوہ وغیرہ پہنچانے گئی تھی۔

''جی بی بی جی، برہان صاحب اور انابیہ بی بی کی رخصتی کی تاریخ طے ہوئی ہے۔۔'' ملازمہ نے ان دونوں کے کانوں میں بم پھوڑا۔ ندرت بیگم نے تو ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ بھی بوکھلا کر واپس ٹرے میں رکھ دیا۔

''کب ہے رخصتی۔۔۔۔؟''

''اگلے مہینے کی چودہ تاریخ کو۔۔۔'' ملازمہ کے پاس خبر پوری تھی۔

''ٹھہر جائیں ندرت امّی، باقی تفصیلات میں لے کر آتی ہوں درشہوار سے، اسے سب پتا ہو گا۔۔'' نمیرہ بھی اپنی چائے

وہیں چھوڑ کر بے چین انداز سے کمرے سے نکلی، جبکہ ندرت بیگم کے چہرے پر ہلکی سی پریشانی ابھری۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

''سخت زیادتی ہے امّی۔۔۔'' برہان نے غصّے سے ٹہلتے ہوئے پلٹ کر تاجدار بیگم کو دیکھا۔

وہ اپنے بیٹے کی فراخ پیشانی پر پڑے ہوئے بلوں کو دیکھ کر کچھ مضطرب ہوئیں، برہان کے اندر لاوا ابل رہا تھا، جو شادی کی ڈیٹ فکس ہونے کی خبر کے ساتھ ہی باہر امنڈ پڑا تھا، انہوں نے اسکی جھنجھلاہٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

''جب نکاح ہوا تھا بیٹا، تو رخصتی تو ہونی ہی تھی کبھی نہ کبھی۔۔۔''

''تو نکاح کون سا میری مرضی سے ہوا تھا، اٹھا کر زبردستی مسلط کر دیا تھا اپنی پوتی کو میرے سر پر داجی نے۔۔۔'' برہان جھنجھلا کر گویا ہوا۔

''تو ٹھیک ہے اس وقت انکار کر دیتے۔۔۔'' انہوں نے قدرے ناگواری سے کہا۔

''خاک انکار کرتا، داجی نے باہر جا کر پڑھنے کی شرط ہی یہ لگائی تھی۔۔۔'' اس نے بیزاری سے سر جھٹکا۔

''جب ان کی شرائط پر باہر پڑھنے گئے تھے تو اب بات بھی ماننی پڑے گی، ویسے بھی کیا کمی ہے انابیہ میں، اس گھر کی سب سے زیادہ سمجھدار اور سلجھی ہوئی بچی ہے وہ۔۔۔'' تاجدار بیگم نے نرم لہجے میں انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

''میرا دل نہیں مانتا امّی، اور میں نے لائف پارٹنر کا جو خاکہ بنا رکھا ہے اپنے ذہن میں، وہ بالکل بھی پورا نہیں اترتی اس پر۔'' برہان نے اس دفعہ دوٹوک انداز میں صاف صاف کہا۔

''چھوڑو بیٹا، دو چار سالوں میں لڑکیاں ویسے ہی سانچے میں ڈھل جاتی ہیں، جیسا ان کے شوہر چاہتے ہیں۔۔۔'' تاجدار بیگم نے نرمی سے کہا۔

''اگر اس سے پہلے ہی اپنے پسندیدہ سانچے میں ڈھلا ہوا کوئی ہو آپ کے پاس تو۔۔؟'' انہوں نے ہلکا سا جھجک کر اپنی ماں کی طرف دیکھا، جن کے ماتھے کی تیوری کے بل ایک دم ہی گہرے ہوئے۔

''تو ایسے کسی وجود کی نہ تو ہمارے گھر میں اور نہ ہی دل میں کوئی گنجائش نکلتی ہے۔۔۔'' انکے سفاک لہجے پر برہان کو دھچکا لگا، وہ خاموش رہے۔

''نکاح ہوا ہے تمہارا انابیہ کے ساتھ، کوئی مذاق نہیں، اب یہ فضول باتیں کرنا بند کرو تم۔'' وہ ایکدم غصّے میں آکر کھڑی ہوئیں، برہان نے بے بس انداز میں انکی طرف دیکھا۔ وہ نظریں چرا گئیں۔

''شاہ میر کی دفعہ تو پھر بھی تمہارے باپ نے کچھ لحاظ کر لیا تھا میرے بڑھاپے کا، لیکن تمہاری دفعہ تو وہ خود ہاتھ سے پکڑ کر

نکالیں گے مجھے اس گھر سے، اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے، اپنی ماں کو ذلیل کروالو، یا بڑوں کی بات مان لو۔۔۔'' لفظوں کی تیز تلوار ان کے وجود پر چلا کر وہ کمرے سے نکل گئیں۔

برہان جھنجھلا کر اپنے بیڈ پر بیٹھ گئے، اسی وقت ان کے سیل فون کی گھنٹی بجی، دوسری طرف مناہل قریشی تھی، جسے پہلی ہی نظر میں ان کے دل نے قبول کر لیا تھا اور ان کی آنکھوں نے ہمیشہ اسی کے ساتھ کے خواب دیکھے تھے۔۔۔

''ہاں مناہل بولو۔۔۔؟؟؟'' ان کا بجھا ہوا لہجہ دوسری طرف مناہل نے فوراً ہی محسوس کیا۔

''برہان، آپکی طبیعت ٹھیک ہے۔؟ کچھ ڈیپریس سے لگ رہے ہیں آپ۔۔۔'' مناہل کے لہجے میں فکر مندی چھلکی۔

''ہاں، بس طبیعت ٹھیک نہیں، تم بتاؤ، خیریت سے کال کی تھی تم نے۔۔؟؟؟''

''آپ کو پتا تو ہے رات کو جب تک آپ سے بات نہ کروں، نیند نہیں آتی مجھے۔۔'' وہ ہلکے پھلکے لہجے میں گویا ہوئی، کبھی مناہل کے اس طرح کے معنی خیز جملے گھنٹوں ان کا موڈ خوشگوار رکھتے تھے لیکن آج تو دا.جی نے ایک ہی جھٹکے میں ان کے سارے کس بس نکال دیئے تھے۔

''انسان کو ہر قسم کے حالات کو فیز کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے مناہل۔۔۔'' وہ کچھ نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ گئے۔

''سوری جو عادتیں، آپ نے خراب کی ہیں، وہ آپ ہی کو برداشت کرنا پڑیں گی۔۔'' مناہل کے لہجے میں چاہے جانے کا زعم تھا اور برہان کے اندر چھن کر کے کچھ ٹوٹا اور کچھ لمحے تک تو وہ کچھ بول ہی نہ سکے۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کمرے میں زیرو واٹ بلب کی مدھم سی روشنی تھی۔۔۔

رومیصہ اس وقت شہرزاد کی گود میں سر رکھے افسردہ انداز میں لیٹی ہوئی تھی، اس نے رومی کے اسٹائلش سے بیڈ سے ٹیک لگا رکھی تھی اور اپنے نرم ہاتھوں سے اسکے بالوں کو سہلا رہی تھی۔

دونوں بہنوں کے درمیان خاموشی گفتگو کر رہی تھی۔۔۔

نہ تو شہرزاد میں اتنی ہمت تھی کہ وہ اس واقعے کی تفصیلات پوچھتی اور نہ رومیصہ میں اتنا حوصلہ تھا کہ وہ اس طوفانی بارش والی رات کا سارا قصّہ اس کے سامنے دہرا سکتی۔ جب ہارون رضا اچانک اسکے کمرے میں گھس آئے تھے اور اسکی چیخوں نے ٹینا ہاؤس کے در و بام ہلا دیئے تھے لیکن اس رات ٹینا بیگم اپنے کلب کے اینول ڈنر میں مصروف تھیں۔

''رومی۔۔۔''!!!

''ہوں۔۔۔'' وہ اپنی انگلیاں چٹخانے لگی۔

''کچھ بولو ناں۔۔۔''شہر زاد نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔

''کیا بولوں۔۔۔؟''وہ اٹھ کر بیٹھ گئی، اور زخمی نگاہوں سے شہر زاد کو دیکھنے لگی، جو اس سے نظریں چرائے بیٹھی تھی۔

''تم نے اس وقت کیوں نہیں بتایا مجھے۔۔۔؟''وہ سر جھکا کر مدھم لہجے میں بولی۔

''کیا بتاتی، جب مام نے ہی اس وقت میری بات کا یقین نہیں کیا، انہیں لگا، میں الزام لگا رہی ہوں ان پر۔۔''وہ پھیکی سی مسکراہٹ چہرے پر لا کر بولی۔ اس کا سرخ و سپید اجلا چہرہ خون کی حدت سے دہکا اور دودھیا پیشانی پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے چمک اٹھے۔

''تو پھر کیسے یقین آیا۔۔؟''

''سچائی کو وقتی طور پر دبایا جا سکتا ہے لیکن ہمیشہ کے لیے دفن نہیں کیا جا سکتا۔۔۔''رومیصہ تلخی سے گویا ہوئی۔

''ٹھیک کہتی ہو تم، اس لیے بہتر ہو گا کہ ارتضیٰ بھی جو تم سے پوچھ رہا ہے، اسے صاف صاف بتا دو۔۔''شہر زاد نے ڈھکے چھپے الفاظ میں اسے سمجھانے کی کوشش کی تو رومیصہ نے بے ساختہ اپنی نظریں چرائیں، جو شہر زاد کی زیرک نگاہوں سے چھپی نہیں رہ سکیں۔

''میں نے سب کچھ ٹھیک بتایا ہے انہیں۔۔۔''رومیصہ کی آواز میں پہلے کی طرح دم نہیں تھا۔

''اس بات کا فیصلہ تو وقت کرے گا اور تم جانتی ہو کہ وقت کے بعض فیصلے بہت بے رحم ہوتے ہیں۔۔''شہر زاد اپنی بات مکمل کر کے رکی نہیں اور کمرے سے نکل گئی، رومیصہ کے دل و دماغ میں بے شمار اندیشے اور وہم جگہ بنا کر بیٹھ گئے۔

اسی وقت اس کے سیل فون کی گھنٹی اسے حقیقت کی دنیا میں لے آئی، دوسری طرف ارسل تھا جو اس وقت خاصا تھکا تھکا سا لگ رہا تھا۔

''کیسی ہو رومی۔۔۔؟؟''

''خیال آ گیا تمہیں میرا۔۔۔؟''رومیصہ نے نہ چاہتے ہوئے بھی شکوہ کیا۔

''تمہارا شکوہ بجا ہے میری جان، لیکن کیا کرتا، گھر آتے ہی بہت سے ایشوز میں پھنس چکا ہوں، بہت دنوں سے یونیورسٹی بھی نہیں جا پایا، اسکی علیحدہ ٹینشن ہے مجھے۔۔''ارسل کے ایک ایک لفظ سے پریشانی چھلک رہی تھی، جسے محسوس کر کے رومیصہ بے چین ہوئی۔

''لیکن تم تو کہہ رہے تھے کہ تمہارے پیرنٹس کا انتقال ہو چکا ہے اور بس ایک چھوٹی بہن ہے۔۔۔''رومیصہ نے اسے یاد دلایا۔

http://paksociety.com

عہدِ وفا

ایمان پریشے کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا منفرد ناول، محبت کی داستان جو معاشرے کے رواجوں تلے دب گئی، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

بُجھ نہ جائے دِل دیا

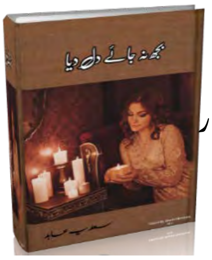

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، محبت، نفرت، عداوت کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

قفس کے پنچھی

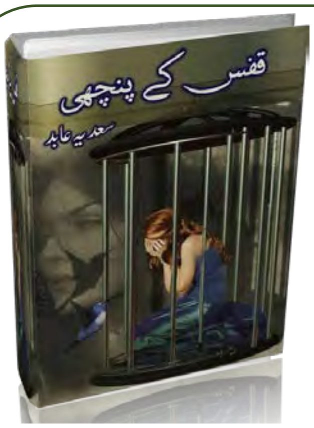

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، علم و عرفان پبلشرز لاہور کے تعاون سے جلد، **کتابی شکل** میں جلوہ افروز ہو رہا ہے۔

آن لائن پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

جہنم کے سوداگر

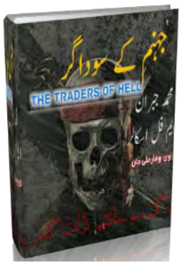

محمد جبران (ایم فل) کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ایکشن ناول، پاکستان کی پہچان، دُنیا کی نمبر 1 ایجنسی آئی ایس آئی کے اسپیشل کمانڈو کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

شہیدِ وفا

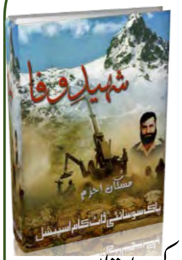

مُسکان احزم کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ناول، پاک فوج سے محبت کی داستان، دہشت گردوں کی بزدلانہ کاروائیاں، آرمی کے شب و روز کی داستان پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

آپ بھی لکھیے:

کیا آپ رائٹر ہیں؟؟؟۔ آپ اپنی تحاریر پاک سوسائٹی ویب سائٹ پر پبلش کروانا چاہتے ہیں؟؟؟

اگر آپکی تحریر ہمارے معیار پر پُورا اُتری تو ہم اُسکو عوام تک پہنچائیں گے۔ **مزید تفصیل کے لئے یہاں کلک کریں۔**

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام، پاکستان کی سب سے زیادہ وزٹ کی جانے والی کتابوں کی ویب سائٹ، پاکستان کی ٹاپ 800 ویب سائٹس میں شمار ہوتی ہے۔

''والدین کا بے شک انتقال ہو چکا ہے، لیکن الحمد اللہ میں ایک بھرے پرے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں، میرے نانا، دو ماموں اور ان کی آل اولادیں سب ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔۔۔''اس نے اس دفعہ تفصیل سے بتایا۔

''اوہ، آئی سی۔۔۔۔''اسکے منہ سے بمشکل یہی نکلا۔

''رومی، ایک بات مانو گی میری۔۔۔''ارسل کے التجائیہ لہجے پر اس کے کان کھڑے ہوئے۔

''ہاں بولو۔۔۔۔''

''بہت دل کر رہا ہے میرا، تمہیں دیکھنے کو۔۔۔''ارسل کی اگلی بات پر اسکا دل اتنی زور سے دھڑکا، کہ وہ کچھ لمحوں کے لیے بول ہی نہیں پائی۔

''تم کل آسکتی ہو یونیورسٹی۔۔۔؟''وہ بڑے مان بھرے انداز سے پوچھ رہا تھا۔

''ماما اور شیری مجھے اکیلے نہیں جانے دیں گی کہیں بھی۔۔۔''رومی نے اپنی مشکل سے آگاہ کیا۔

''ڈرائیور کے ساتھ کوئی بھی بہانہ بنا آجانا۔ میں لائبریری میں ہوں گا۔۔۔۔''

''اوکے، کوشش کروں گی۔۔۔''رومیصہ کھل کر مسکرائی، سچ بات تو یہ تھی کہ وہ خود بھی اس دشمن جاں سے ملنا چاہتی تھی، ایسا لگتا تھا جیسے اسے دیکھے ہوئے صدیاں بیت گئیں ہوں۔ وہ ارسل کے ساتھ اس رات دو گھنٹے بات کر کے سوئی تو اسکے بعد اسکی آنکھ اگلی صبح ہی کھلی۔۔۔

☆☆☆☆☆☆

برہان اور انابیہ کی شادی کی بات پورے گھر میں آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔

کچن میں طوبیٰ کے لیے سوپ بناتی ہوئی انابیہ، داجی کے اس آنا فانا فیصلے کے پیچھے چھپے تمام محرکات سے بخوبی آگاہ تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ اس وقت برہان کس قیامت سے گذر رہے ہونگے۔۔۔

''تم نے اپنی تائی اماں کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھے، ایک لفظ نہیں بولیں بابا جان کے سامنے تمہاری شادی والے معاملے پر۔''شارقہ بیگم نے کارن فلور اسکے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بیزاری سے کہا، ویسے بھی انہیں اپنے تمام دکھ سکھ انابیہ ہی سے کہنے کی عادت تھی۔

''وہ خفا جو ہیں داجی اور تایا ابا سے۔۔۔''بیا نے لاشعوری طور پر ان کا دفاع کیا۔

''ہاں اس گھر میں ایسے نخرے جیٹھانی صاحبہ کے ہی اٹھائے جا سکتے ہیں، ہم لوگ تو سوچ بھی نہیں سکتے۔''وہ جل کر بولیں۔ ویسے بھی انہیں اور ندرت بیگم کو ہمیشہ اس بات کا قلق رہتا تھا کہ تاجدار بیگم کو ان کے مقابلے میں کہیں زیادہ اہمیت دی جاتی

ہے۔

''تایا ابا نے بھی کون سالحاظ کیا تھا ان کا، یاد نہیں شاہ میر والے واقعے پر کیسے پورے خاندان کے سامنے جھڑک دیا تھا تائی اماں کو۔'' انابیہ نے یاد دلایا۔

''تو تمہارا کیا خیال ہے تاجدار بھابھی معاف کر دیں گی انہیں۔۔؟؟'شارقہ بیگم نے استہزائیہ نگاہوں سے اپنی بیٹی کا حیران چہرہ دیکھتے ہوئے مزید کہا۔ ''گھٹنوں پر ہاتھ لگوا کر معافی نہ منگوائی انہوں نے پورے خاندان سے، تو نام بدل دینا میرا۔۔''

''اچھا چھوڑیں آپ تائی اماں کو، میں طوبیٰ کو سوپ دے آؤں، طبعیت ٹھیک نہیں ہے اسکی۔۔''اس نے گرم گرم سوپ باؤل میں انڈیلتے ہوئے بات ختم کرنا چاہی۔۔ویسے بھی اپنی رخصتی والی بات سن کر اسکا موڈ کچھ بہتر تھا۔

''ہاں جا کر پوچھو اس سے، کہاں سے چوٹ لگوائی ہے اس نے پاؤں پر۔؟اندھوں کی طرح تو چلتی ہے یہ لڑکی۔۔''شارقہ بیگم کی بڑبڑاہٹ نے کچن کے دروازے تک اس کا پیچھا کیا۔

انابیہ جیسے ہی ہال کمرے میں پہنچی، سامنے سے برہان خاصے بگڑے ہوئے تیوروں کے ساتھ سیڑھیاں اتر رہے تھے۔ایک سرد اور لاتعلق سے نگاہ انہوں نے اس پر ڈالی، انابیہ کے ہاتھوں میں پکڑا باؤل کانپا، وہ تو خیریت رہی کہ وہ اسے ایک لفظ بھی کہے بغیر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے اور انابیہ اپنے روم میں چلی آئی جہاں اس وقت طوبیٰ کے علاوہ درشہوار اور نمیرہ بھی موجود تھی۔درشہوار کا منہ لٹکا ہوا تھا۔

''سچ سچ بتاؤ، تم لوگ کہاں کی خاک چھان کر آ رہی ہو۔۔۔''نمیرہ نے کمر پر ہاتھ رکھ کر مشکوک نگاہوں سے درشہوار اور طوبیٰ کو گھورا۔

''ان بارشوں کے موسم میں کون سی خاک اڑتی ہے فضاؤں میں۔۔۔''طوبیٰ نے اسے ٹالنے کی کوشش کی۔

''تو پھر کون سے موت کے کنویں میں چھلانگ لگا کر یہ چوٹ لگوائی ہے تم نے۔۔؟''نمیرہ نے طنزیہ انداز میں اسکے پاؤں کی طرف اشارہ کیا۔

''بتایا تو ہے، پچھلے لان میں پاؤں پھسل گیا تھا میرا۔۔''

''پچھلے لان میں درشہوار کا پاؤں پھسلنا تو سمجھ میں آتا ہے، یہ تم کس خوشی میں چوٹیں لگواتی پھر رہی ہو۔''نمیرہ کو مطمئن کرنا آسان نہیں تھا۔

''بکواس بند کرو اپنی، پہلے ہی اتنا درد ہو رہا ہے مجھے۔۔۔''طوبیٰ نے بیزاری سے کہا۔۔

''محترمہ آپ کو لگتا ہے بھائی کی رخصتی کی اطلاع سن کر سکتہ ہو گیا ہے۔۔؟''نمیرہ نے بالکل خاموش بیٹھی درشہوار کی

آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا تو در شہوار

نے گھبرا کر انابیہ کی طرف دیکھا جسکے چہرے پر ایک عجیب سا تاثر ابھرا تھا۔۔

''خوشی سے تو نہیں البتہ صدمے سے ضرور سکتہ ہو سکتا ہے ان دونوں بہن بھائیوں کو۔۔۔'' انابیہ کے کھلم کھلا طنز پر در شہوار خفت زدہ انداز میں فوراً کھڑی ہوئی۔اتنے سرد موسم میں بھی اسکی پیشانی پسینے کی ننھی ننھی بوندوں سے بھر گئی تھی۔

''تم کہاں جا رہی ہو یار، بیٹھ کر ڈھولکی کا پروگرام سیٹ کرتے ہیں۔۔۔'' نمیرہ رخصتی کی خبر سن کر خاصی پر جوش تھی۔۔

''میں ذرا امّی کو دیکھ آؤں، وہ بلوا رہیں تھیں مجھے۔۔۔'' وہ چھلاوے کی مانند کمرے سے نکلی اور اپنے کمرے میں آ کر ہی سکون لیا۔

ہادی کے گھر واپسی پر برہان اور انابیہ کی رخصتی کی اطلاع نے حقیقتاً در شہوار کے ہونٹوں پر تالے لگا دیئے تھے،وہ جو سمجھ رہی تھی کہ اگر برہان کے دل کی خواہش پوری ہو گئی تو وہ بھی کسی نہ کسی طرح مناہل کے ذریعے ہادی تک پہنچنے میں کامیاب ہو ہی جائے گی لیکن داجی کے اس اچانک فیصلے نے دونوں بہن بھائیوں کی خوشی ملیامیٹ کر دی تھی لیکن در شہوار کے لیے زیادہ پریشانی کی یہ بات بھی تھی کہ آخر انابیہ کو انکے دل کی بات کیسے پتا چلی۔؟ اور ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے وہ اب انابیہ کا سامنا کیسے کرے گی۔۔

☆☆☆☆☆

جس وقت جارج گھر میں داخل ہوا۔۔۔شام کے سرمئی سائے ہر طرف پر پھیلا چکے تھے۔

فضا میں دونوں وقت ملنے پر جو گہرا سکوت چھا جاتا ہے،وہ اس وقت ہر چیز پر حاوی تھا۔فضاؤں میں بسا حزن اور کچھ اپنے مشن میں ناکامی کی افسردگی جارج کے پورے وجود سے لپٹی ہوئی تھی۔وہ تھکے تھکے انداز میں برآمدے میں رکھے تخت پر آ کر بیٹھ گئے۔

مارتھا نے کچن کی کھڑکی سے باہر جھانکا اور اپنے ساتھ پکوڑوں کا آمیزہ تیار کرتی مونیکا کی طرف ناراضگی سے دیکھا۔''تم نے اپنے باپ کی حرکتیں دیکھی ہیں مونیکا۔۔۔؟؟؟''

''اب کیا ہوا۔۔۔؟'' مونیکا نے پیار کاٹتے ہوئے اپنی ماں کا برہم چہرہ دیکھا۔وہ کچن کی کھڑکی سے اپنے شوہر کو گھور رہی تھیں۔

''تمہارے باپ نے رات بھی دیر سے آنے کی وجہ نہیں بتائی، اور صبح صبح گھر سے نکل گئے اور اب پھر شام ڈھلے تھکے ہارے لوٹے ہیں، پتا نہیں کن چکروں میں گم ہیں۔۔۔'' مارتھا کا ایک ایک لفظ تشویش میں ڈوبا ہوا تھا۔

''اچھا، آپ جا کر پوچھیں ناں ان سے، اور پلیز آرام سے بات کیجئے گا، میں چائے تیار کر کے لاتی ہوں۔۔۔'' مونیکا نے ماں کا

بازو پکڑ کر نرمی سے باورچی خانے کے دروازے کی طرف دھکیلا۔

''آخر آپ بتاتے کیوں نہیں ہیں کہ مسئلہ کیا ہے۔۔؟'' مارتھا اپنے شوہر کے پاس جا کر بیٹھ گئیں اور مونیکا کی ہدایات کے مطابق نرمی سے پوچھا۔

''تم ٹھیک کہتی تھیں، مجھے یہ گھر خریدنا ہی نہیں چاہیے تھا۔۔۔'' انہوں نے اپنی پٹاری سے اصل بات نکالی۔ ویسے بھی وہ اکیلے ٹینشن لے لے کر تھک گئے تھے اور انہوں نے اب اپنی پریشانی شئیر کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ٹینا بیگم کو اس دن ڈپریشن کا شدید دورہ پڑا تھا۔

وہ پچھلے چوبیس گھنٹے سے اپنے کمرے میں بند تھیں اور ان دونوں بہنوں نے بھی اندر جھانکنے کی زحمت نہیں کی۔۔

شہر زاد کو آفس پہنچے ہوئے ابھی دس منٹ ہی ہوئے تھے جب گھر سے آنے والی رومیصہ کی کال نے اسے بوکھلا دیا۔

وہ گاڑی اڑاتی ہوئی گھر پہنچی تو ٹینا بیگم کے دروازے کے باہر نوکروں کا ہجوم تھا اور رومیصہ ایک طرف پتھر کا بت بنی اندر سے آنے والی آوازوں کو سن رہی تھی لیکن اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ ان کے دروازے پر دستک دے پاتی۔

ٹینا بیگم نے شاید کوئی بھاری چیز ڈریسنگ کے شیشے پر پوری قوت سے ماری تھی تبھی تو کرچیوں کی آواز پورے گھر میں گونجی۔

''آپ لوگ جائیں یہاں سے۔۔۔'' شہر زاد کے سخت لہجے پر سبھی ملازمین وہاں سے کھسک گئے۔

''مام دروازہ کھولیں پلیز۔۔۔'' شہر زاد نے ان کے کمرے کا دروازہ کھٹکٹایا۔

''وہ نہیں کھولیں گی۔۔۔'' دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی رومیصہ نے آہستگی سے کہا۔

''مام فار گاڈسیک دروازہ کھولیں، کیوں تماشا بنوا رہی ہیں اپنا۔۔۔'' شہر زاد نے دبے دبے لہجے میں انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

ٹینا بیگم نے شاید، غصّے میں اپنے دماغ کا سوئچ آف کر رکھا ہے، تبھی تو ان پر کسی بات کا اثر نہیں ہو رہا تھا، اندر سے چیزیں توڑنے کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں، لگتا تھا انہوں نے بھی آج ہر چیز تہس نہس کرنے کی قسم کھا رکھی تھی۔

''آ جاؤ ادھر سے، کچھ دیر بعد خود ٹھیک ہو جائیں گی۔۔۔'' رومی نے اسکا ہاتھ پکڑا اور سیٹنگ روم کی طرف لے آئی۔

''پہلے کبھی انہوں نے ایسا کیا ہے۔۔۔؟'' شہر زاد نے فکر مند لہجے میں اس سے دریافت کیا۔

''ہاں، جب ہارون رضا نے ان سے شادی کے بعد کسی سیکرٹری کی بیٹی سے افیئر چلایا تھا۔۔'' ایک استہزائیہ مسکراہٹ رومی کے چہرے پر ابھری۔ شہر زاد نے اسکی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا اور دانستہ موضوع بدلا۔

''صبح تم سے کوئی بات ہوئی ہے ان کی۔۔۔؟''

''نہیں، لیکن آج کے نیوز پیپر میں سیف الرحمن کے حوالے سے ایک نیوز ضرور پبلش ہوئی ہے۔۔۔''

''کیا۔۔۔؟''شہر زاد نے بے تابی سے پوچھا۔

''بیوروکریٹ سیف الرحمن کی نئی ابھرتی ہوئی ماڈل میگھا میں دلچسپی اور دونوں نجی محفلوں میں اکٹھے دکھائی دے رہے ہیں اور مام کے لیے یہ بات یقیناً کسی بڑے ڈپریشن سے کم نہیں ہوگی۔۔۔''رومیصہ کے لہجے اور لفظوں سے ٹپکتی خوشی، شہر زاد کو ناگوار گذری۔

''رومی، وہ ماں ہیں ہماری۔۔۔''اس نے جتاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مائیں ایسی ہوتی ہیں کیا۔۔۔؟''رومیصہ نے استہزائیہ لہجے میں الٹا اس سے پوچھا۔

''کبھی تم نے ان کی پوزیشن کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔؟ ان کی جگہ پر خود کو رکھ کر دیکھا ہے کبھی۔۔؟ شہر زاد کی بات پر وہ بیزاری سے بولی۔

''تم کہنا کیا چاہ رہی ہو۔۔۔؟''

''کیا مام کی قسمت میں کسی مخلص بندے کا ساتھ نہیں۔؟ ہمارا باپ ہمیں دنیا میں لا کر مر گیا، تم خود ایمانداری سے سوچو ایک عورت اس سوسائٹی میں اکیلے کب تک سروائیو کر سکتی ہے۔؟ مام کی بدقسمتی ہے، انہیں ہمیشہ مرد کی طرف سے دھوکا اور فریب ملا، ہر وہ شخص جسے انہوں نے اپنی زندگی میں خلوص دل سے شامل کرنے کی کوشش کی، اسی نے دغا دیا انہیں۔۔۔''شہر زاد کے تلخ انداز پر رومی کچھ لمحوں کے لیے خاموش ہوئی۔

''اور جو وہ کرتی رہیں ہیں ان سب کے ساتھ۔۔۔؟ رومیصہ نے نظریں چرا کر کہا۔

''انہوں نے ہارون رضا کے ساتھ وہی کیا، جو وہ ڈیزور کرتا تھا۔ اگر وہ خود کو ان تک محدود نہیں رکھ پایا تو مام کو کتنے نفلوں کا ثواب تھا کہ وہ اس کرپٹ بندے کے لیے خود پر خوشیوں کے دروازے بند کر لیتیں۔۔۔''شہر زاد کی اپنی ماں کے معاملے میں بہت پریکٹیکل اپروچ تھی۔

''اور جو ان کی وجہ سے میرے ساتھ ہوا۔۔۔؟''رومیصہ نے اسے لاجواب کرنے کی کوشش کی۔

''مجھے یقین ہے، اس بات پر وہ کہیں نہ کہیں گلٹی ضرور ہونگیں، کون ماں اپنی بیٹی کے ساتھ ایسا چاہ سکتی ہے۔۔۔؟''

''آئی ایم سوری شیری، میں تمہاری طرح یہ سوچ کر مام کو کسی قسم کا مارجن نہیں دے سکتی۔۔''

''مت دو، لیکن کسی انسان سے فرشتوں والی توقعات بھی مت لگایا کرو۔۔۔''شہر زاد کے لہجے میں گہری سنجیدگی در آئی۔

اسی وقت ملازمہ حواس باختہ انداز میں سیٹنگ روم میں داخل ہوئی، دونوں بہنوں نے چونک کر اسکی طرف دیکھا جو شدید بوکھلاہٹ کا شکار تھی۔

''کیا ہوا رضیہ۔۔۔؟'' شہزاد نے پریشانی سے پوچھا۔

''شیری بی بی، بڑی بیگم صاحبہ نے خودکشی کر لی، ان کے کمرے سے خون نکل رہا ہے۔۔۔''

ملازمہ کی بات پر دونوں بہنوں کا دماغ بھک کر کے اڑا۔ وہ سراسیمگی کی کیفیت میں ٹینا بیگم کے کمرے کی طرف بھاگیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

جاری ہے

آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔